۵ محرم ۹۰ھ، ۱۳ مارچ ۷۰ء

ہدیہ ۲۵ پیسے

عن انس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما عرج بی مررت بقوم لھم اظفار من نحاس یخمشون وجوھھم و صدورھم فقلت: من ھؤلاء یا جبریل؟ قال: ھؤلاء الذین یاکلون لحوم الناس: ویقعون فی اعراضھم رواہ ابوداؤد

ترجمہ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ شب معراج میں میرا گزر ایک ایسی قوم پر سے ہوا۔ جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ میں نے حضرت جبریل امین سے دریافت کیا۔ یہ کون لوگ ہیں۔ بولے یہ وہ لوگ ہیں۔ جو کہ لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں (غیبت کرتے ہیں) اور ان کی عزت و آبرو لیتے ہیں (ابوداؤد)

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: کل المسلم علی المسلم حرام دمہ وعرضہ ومالہ رواہ مسلم

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے۔ اس کا خون اس کی آبرو اس کا مال (مسلم)

وعن زید بن ارقم رضی اللہ عنہ قال: خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر اصاب الناس فیہ شدۃ فقال عبد اللہ بن ابی: لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا وقال: لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل فاتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرتہ بذلک۔ فارسل الی عبد اللہ بن ابی فاجتھد یمینہ ما فعل: فقالوا: کذب زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوقع فی نفسی مما قالوہ شدۃ حتی انزل اللہ تعالی تصدیقی: "اذا جاءک المنافقون" ثم دعاھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیستغفر لھم فلووا رءوسھم متفق علیہ

ترجمہ۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں نکلے۔ تو لوگوں کو اس سفر میں شدت لاحق ہوئی عبداللہ بن ابی نے (اپنے ساتھیوں سے) کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں پر اپنا مال مت خرچ کرو۔ یہاں تک کہ وہ آپ کے پاس سے منتشر ہو جائیں۔ اور کہا اگر ہم مدینہ لوٹ کر آئے تو ہم میں سے عزت والا ذلیل کو نکال دے گا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دے دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کو بلا بھیجا اور دریافت کیا، تو اس نے قسم کھالی کہ میں نے ایسا نہیں کہا لوگوں نے کہا کہ زید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھوٹ بولا۔ حضرت زیدؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ مجھ کو ان کے اس کہنے سے بہت سخت صدمہ ہوا حتی کہ اللہ تعالٰے نے میری تصدیق نازل کر دی اذا جاءک المنافقون اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منافقین کو بلایا تاکہ ان کے لئے استغفار کریں۔ تو انہوں نے تکبر کی وجہ سے اپنے سروں کو پھیر لیا (بخاری و مسلم)

وعن حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل الجنۃ نمام" متفق علیہ

ترجمہ۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ چغلخور جنت میں داخل نہیں ہوگا (اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بقبرین فقال "انھما یعذبان، وما یعذبان فی کبیر! بلی انہ کبیر: اما احدھما فکان یمشی بالنمیمۃ، و اما الآخر فکان لا یستتر من بولہ متفق علیہ وھذا لفظ احدی روایات البخاری

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر سے گزرے۔ تو ارشاد فرمایا۔ کہ ان کو عذاب دیا جارہا ہے۔ اور کسی بڑے گناہ کے کام پر ان کو عذاب نہیں دیا جا رہا ہے حالانکہ وہ بڑے گناہ کے کام ہیں۔ ایک تو ان میں چغلخوری کیا کرتا تھا۔ اور دوسرا پیشاب آڑ (پردہ) میں نہیں کیا کرتا تھا۔ (اس حدیث کو امام بخاری و امام مسلم نے روایت کیا ہے) اور یہ الفاظ حدیث بخاری کی ایک روایت میں ہیں۔

وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الا انبئکم ما العضۃ؟ ھی النمیمۃ القالۃ بین الناس" رواہ مسلم

ترجمہ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا۔ کیا میں تم کو بتاؤں کہ عضہ کیا چیز ہے۔ وہ چغلخوری ہے۔ جو لوگوں کے درمیان بیان کی جاتی ہے۔ (مسلم اس روایت کو ذکر کیا)

وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "لا یبلغنی احد من اصحابی عن احد شیئا فانی احب ان اخرج الیکم وانا سلیم الصدر" رواہ ابوداؤد والترمذی

ترجمہ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ میرے صحابہ میں سے کوئی شخص مجھ کو کسی شخص کے متعلق کوئی بری بات نہ سنائے اس لئے کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جب میں تمہارے پاس آؤں تو میرا سینہ صاف ہو (ابوداؤد اور ترمذی نے اس کو روایت کیا ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**خدام الدین** لاہور

۲۴ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ
۱۳ مارچ ۱۹۷۰ء

جلد ۱۵
شمارہ ۴۳

فون نمبر ۶۷۵۴۵

## مندرجات



مدیر مسئول:
مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مدیر اعلیٰ:
مجاہد الحسینی

# مسئلہ ختم نبوت سے چشم پوشی اور مرکز گریز پالیسی

## قوموں کے لئے موت ہے مرکز سے جدائی

مجلس احرار اسلام پاکستان کے صدر مولانا عبیداللہ احرار نے شہداء ختم نبوت کانفرنس لاہور کے افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ بعض سیاسی رہنما علاقائی تعصبات کو ہوا دے کر مرکز گریز پالیسی اختیار کر رہے ہیں یہ اندازِ عمل اسلامی روح کے منافی ہے۔ انہوں نے کہا ایک اسلامی مملکت کے لئے لازم ہے کہ اس کے تمام صوبے مرکز کے ساتھ مربوط ہوں اور ان میں پوری یگانگت اور وحدت کی فضا موجود ہو۔

مولانا احرار نے کہا چند رہنماؤں کے مطالبہ پر ون یونٹ توڑنے کا اقدام بنگلہ دیش اور صوبوں کو لامحدود اختیار دینے کے مطالبات ملکی سالمیت کے لیے ضرت رساں اور ملی وحدت کے خلاف ہیں۔ آپ نے کہا۔ اگر ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں شامل بعض جماعتیں اور افراد دھوکہ نہ دیتے تو پاکستان صحیح معنوں میں اسلامی مملکت بن چکا ہوتا۔ اب بھی ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان میں اسلامی دستور نافذ کرنے کے لئے پہلے مسئلہ ختم نبوت حل کیا جائے۔ (مشرق)

مجلس احرار اسلام کے صدر مولانا عبیداللہ احرار نے نہایت اہم ملکی مسائل کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے بعض انتظامی اور سیاسی نوعیت کے ہیں اور بعض خالص دینی و مذہبی۔

جہاں تک مغربی پاکستان کا وَن یونٹ توڑنے، مشرقی پاکستان کا نام بنگلہ دیش رکھنے اور صوبوں کو لامحدود اختیارات دینے کے مطالبات کا سوال ہے یہ طرزِ فکر سراسر ملکی وحدت و سالمیت کے منافی ہے اور اس مرکز گریز پالیسی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ رفتہ رفتہ پاکستان کمزور ہو جائے گا اور مرکز کی گرفت ڈھیلی پڑنے کی صورت میں یہ ملک عرب ممالک کی طرح مختلف صوبوں کے نام پر چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو کر رہ جائے گا۔

ہماری ملّی تاریخ ان حقائق کی شاہد ہے کہ جب تک اسلامی مملکتوں کا مرکز مضبوط رہا نظامِ حکومت پوری عظمت و وقار کے ساتھ چلتا رہا جونہی صوبوں کو وسیع اختیارات سونپ دئے گئے۔ بالآخر ان کی حیثیت خود مختار حکومتوں میں تبدیل ہو گئی۔ اور دنیا کے نقشہ میں مستقل مملکتوں کی صورت میں آج بھی ان کا وجود موجود ہے۔

سابقہ تجربات کی روشنی میں ہم پاکستان کو پیش آمدہ مسائل کا تجزیہ کریں اور مشرقی اور مغربی پاکستان کی جغرافیائی تقسیم بُعد مسافت اور پھر درمیان میں واقع بھارت کی وسیع و عریض غیر مسلم حکومت کو ملحوظ رکھیں تو ہم پر دینی، قومی اور ملکی فریضہ عائد ہوتا ہے کہ ہمیں اپنے مخصوص مفادات اور ذاتی ترغیبات کو بالائے طاق رکھ کر ہر معاملے کو قوم اور ملک کی سطح پر سوچنا چاہیئے۔ اور حزم و احتیاط کے تقاضے پورے کرنے کے بعد ہی کوئی ایسا قدم اٹھانا چاہیئے جس کا تعلق براہِ راست ملک کے تحفظ و بقا کے ساتھ وابستہ ہو۔

صدر مجلس احرار اسلام نے اپنی تقریر میں ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر اس وقت بعض دینی رہنما تحریک سے غداری نہ کرتے تو پاکستان میں اسلامی دستور نافذ ہو گیا ہوتا —— گویا مسئلہ ختم نبوت کے ساتھ دستورِ اسلامی کے نفاذ کا گہرا تعلق ہے۔

تحریک تحفظ ختم نبوت کے دوران تمام مذہبی جماعتوں اور دینی رہنماؤں کا موقف یہی تھا کہ اگر اربابِ حکومت دستورِ اسلامی کا واقعی نفاذ چاہتے ہیں تو

انہیں ملّتِ اسلامیہ کے اجماعی عقیدہ ختم نبوّت کا تحفّظ کرکے دستورِ اسلامی کی بنیاد قائم کر دینی چاہیئے۔ کیونکہ اگر حضرت خاتم الانبیاء محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت و رسالت قائم ہے تو دستورِ اسلامی کا مرکز بھی قائم ہے لیکن اگر ایک اسلامی مملکت میں حضرت رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نئی نبوّت و رسالت کے دعویدار یا پیروکار بھی موجود ہوں اور وہ اسلام کی غلط تعبیر و تشریح کرکے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہوں۔ تو یہ ایک قانونی سوال اٹھتا ہے کہ ان میں سے واقعتہً مسلمان کون ہے؟

مزید براں یہ کہ پاکستان کے دستورِ اساسی میں صدرِ مملکت کے عہدہ کے لئے مسلمان ہونا شرط قرار دیا گیا تھا۔ اس پر علماء کرام نے متفقہ طور پر مسلمان کی قانونی تعریف کا مطالبہ کیا اور اسلامی تعلیمات کی رو سے جو لوگ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری رسول تسلیم نہیں کرتے اور ختم نبوت و رسالت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں انہیں از روئے قانونِ شریعت مسلمان کہلانے کا حق حاصل نہیں۔ گویا وہ اسلام کی مرکزیت و وحدت کے منکر ہیں۔

چنانچہ اسلام کا یہ بنیادی مسئلہ حل کرنے کے لئے تمام مکاتبِ فکر کے علماء پر مشتمل ایک مجلس عمل قائم کی گئی جس کی زیر قیادت تحریک تحفظ ختم نبوت چلائی گئی لیکن بعض افراد کی غدّاری اور مخبری کے باعث وہ تحریک اپنی تاریخی ہمہ گیری اور وسعت کے باوصف ناکامی کا شکار ہو گئی۔

مولانا عبیداللہ احرار صدر مجلس نے ان افراد کی نشاندہی نہیں کی ہے۔ کاش! وہ ایسے مکروہ کردار کے مالک افراد سے قوم کو باخبر بھی کریں اور ان کے چہرہ سے نقاب الٹائیں تاکہ نئے دستوری مرحلہ میں آج قوم ان کے طرزِ عمل سے پوری طرح واقف ہو جائے اور ان کی چکنی باتوں اور پُر فریب نعروں کے جھانسے میں دوبارہ نہ آ سکیں۔

ہم پورے وثوق اور پوری دیانتداری کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح عقائد و نظریات کے اعتبار سے مسئلہ ختم نبوّت مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی طرح پاکستان کا نظامِ حکومت بھی وحدانی ہونا چاہیئے۔ اور مرکز جتنا مضبوط اور مستحکم ہوگا ملک کی سالمیت کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکے گا۔ لیکن مرکز گریز رجحانات اور علاقائی تعصبات اسلامی مرکزیت و وحدت کی روح کے سراسر منافی ہیں۔ مجلس احرار اسلام کے صدر نے ان مسائل کی اہمیّت کا احساس دلا کر نہایت اہم وقتی تقاضا پورا کیا ہے اور یہ پہلو پوری قوم کی خصوصی توجّہ اور گہری فکر و نظر کا مستحق ہے۔

---

## پیسہ کہاں سے آتا ہے؟

پاکستان جمہوری پارٹی کے سربراہ نواب زادہ نصراللہ خاں نے اپنی پریس کانفرنس میں کہا ہے کہ بعض سیاسی پارٹیاں جلسے کرنے اور جلوس نکالنے پر بے دریغ روپیہ صرف کرتی ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ ان کے پاس اتنا روپیہ کہاں سے آ گیا جب کہ گذشتہ دس سال کے دوران ملک میں زبردست سیاسی خلا رہا ہے۔ (مشرق ۹ر مارچ ۱۹۷۰ء ص ۱)

نواب زادہ نصراللہ خاں صاحب نے آج حیرت و استعجاب کا اظہار کیا ہے اور کچھ لوگ ایک مدّت سے چلّا رہے ہیں کہ پاکستان میں بعض جماعتیں دھڑا دھڑ لٹریچر مفت تقسیم کر رہی ہیں۔ سرمایہ کے زور اور دولت کے بل بوتے پر پر انہوں نے اخبارات و رسائل پر اجارہ داری قائم کر لی ہے اور شرفاء کی پگڑی اچھالنا اور علماء کرام کو بے وقار کرنا ان کا محبوب مشغلہ بن گیا ہے اور افترا پردازی اور بہتان تراشی کو اسلامی خدمت قرار دے رہے ہیں۔ یہاں نیوز پرنٹ پر اخبار یا رسالہ شائع کرنا مشکل ہو رہا ہے اور بعض لوگ سفید گلیزڈ کاغذ پر ضخیم کتابیں اور پرچے مفت تقسیم کر رہے ہیں۔ اور ان کی جماعت کے ادنیٰ کارکنوں سے لے کر عہدہ داروں تک سب تنخواہ دار ہیں — ان کے جلسے، جلوسوں کے اخراجات آخر کہاں سے آتے ہیں؟ حالانکہ چند سال پہلے نہ وہ اپنا روزنامہ جاری رکھ سکتے تھے نہ ہفت روزہ کی اشاعت کا تسلسل قائم تھا۔ لیکن آج وہ روزناموں، ہفت روزوں اور لاتعداد ماہناموں اور ڈائجسٹوں کے بلا شرکت غیرے مالک ہیں۔ آخر پیسہ کہاں سے آتا ہے؟

---

### بقیہ: حضرت مولانا عبدالغفور مدنی رح

اولیاء کی جوتیوں کی خاک بھی بن جاؤں تو ہزار بار شکر کروں۔ آئندہ کوئی شخص میری نسبت ایسی باتیں نہ کیا کرے۔ میں تو یہاں تبلیغ کے لئے آتا ہوں"۔

حضرت مدنی رح کی مجلسوں میں جانے والے حضرات کو اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ رح کے یہاں ذکر اور فکرِ حق کے سوا دوسرا کوئی تذکرہ نہ ہوتا تھا۔ پھر اپنے بچپن اور دوسرے واقعات کا تو کیا ذکر فرماتے۔ بات یہ ہے کہ حضرت رح کی مجلس میں پہنچ کر ہمیں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کا حال نظر آتا تھا ؎

ہر چہ بینم در جہاں غیرِ تو نیست
یا توئی یا خوئے تو یا بوئے تو

ترجمہ: کائنات میں جس چیز پر بھی نظر دوڑاتا ہوں، تیرے سوا میں کچھ نہیں دیکھتا۔ یا تجھے دیکھتا ہوں یا تیری صفات کو یا تیری خوشبو کو" اور یہی نسبت حضرت مع اللہ ہے جس کو حضرت مجذوب رح ان الفاظ میں مانگتے ہیں ؎

یاد میں تیری رکھ اپنی مستغرق مجھے
ہو نہ ہوشِ ماسوا مطلق مجھے
غیر سے بالکل ہی اٹھ جائے نظر
تو ہی تو آئے نظر دیکھوں جدھر
کچھ نہ سوجھے تیری ہستی کے سوا
تیرے اوج اور اپنی پستی کے سوا
دل میرا ہو جائے اک میدانِ ہُو
تو ہی تو ہو تو ہی تو ہو، تو ہی تو

پیر کو جہنمی نہ بناؤ جو لوگ فرطِ عقیدت سے ہاتھ چومتے یا پیروں میں پڑتے۔ ان کو ہدایت فرماتے۔ چاہیئے تو یہ کہ اپنے پیر کو جنّت میں پہنچاؤ۔ خدا کے بندو! اس کو جہنم میں تو نہ پہنچاؤ۔ ہاتھ چومنا اگرچہ جائز ہے مگر اس طرح کہ ہاتھوں کو لب لگیں۔ پیشانی نہ لگے۔ پیشانی صرف اللہ کے

حالات و واقعات

# حضرت مولانا عبدالغفور مدنی رحمۃ اللہ علیہ

از مولانا ادریس انصاری خلیفۂ مجاز حضرت مولانا عبدالغفور مدنی رح

(۳)

خدام الدین کے گذشتہ شماروں میں حضرت رح کی دینی دعوت پر کچھ یادداشتیں ہدیۂ ناظرین کی جا چکی ہیں آج کے شمارہ میں حالات و مقالات پیش کئے جا رہے ہیں۔ زمانۂ طالب علمی اور بچپن کے حالات کوشش کے باوجود مجھے معلوم نہیں ہو سکے۔ کیونکہ ان معلومات کا ذریعہ حضرت مولانا صاحب رح کے بڑے یا اُن کے ہم عمر یا خود حضرت مولانا صاحب رح ہی ہو سکتے ہیں۔ مگر افسوس کہ والد ماجد بچپن میں، والدہ ماجدہ اور دونوں بڑے بھائی مولانا محمد معصوم عباسی اور مولانا عبدالحلیم عباسی حضرت رح کی حیات میں ہی وفات پا گئے۔ رہ گئے ہمعصر ساتھی تو ان سے میرا تعارف نہیں۔ علاوہ ازیں حضرت مولانا صاحب رح کا مقام پیدائش موضع بانڈھ متصل جدباء قبائلی علاقہ چیغرزئی دریائے سندھ کے کنارے واقع ہے، جہاں پیدل اور گھوڑوں کے سوا دوسرا کوئی آسان ذریعہ پہنچنے کا نہیں کہ اہلِ وطن سے معلومات حاصل کی جائیں —— بس حضرت مولانا صاحب رح کی ذات ہی ہماری معلومات کا واحد ذریعہ تھی۔ مگر آپ رح کے یہاں اس قسم کے تذکروں کی کوئی گنجائش نہ تھی وہاں تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ والوں کے ذکر کے سوا کوئی اور تذکرہ نہ تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا صاحب رح کی مجلس میں لایعنی باتوں سے کلیتہً اجتناب ہوتا تھا کئی سال ہوتے میں نے اپنے ایک پیر بھائی کو جو حج کے لئے جا رہے تھے، حضرت مولانا رح کی زندگی کے متعلق ایک سوالنامہ لکھ کر دیا تھا جس میں آپ کے بچپن، زمانۂ طالب علمی وغیرہ کے متعلق سوالات تھے تاکہ حضرت مولانا رح کی زندگی میں ہی سوانح حیات لکھی جا سکے۔ مگر جب یہ صاحب مدینہ منورہ پہنچے اور اور اس سوال نامہ کے بارہ میں عرض کرنے کے بعد میری طرف سے سوانح کی طباعت کا اظہار کیا تو حضرت مولانا رح نے ان سے فرما دیا۔ ہمیں یہ چیز پسند نہیں، میں کیا چیز ہوں جس کی سوانح حیات لکھی جائے "سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیل و قال۔ کثرت سوال اور اضاعۃ المال سے منع فرمایا ہے"۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا رح کو چونکہ حضرت مع اللہ کی نسبت حاصل ہو چکی تھی۔ اس لئے حضرت کا اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، چلنا پھرنا، دینا لینا سب شریعت بن گیا تھا "کُلُّ اِنَاءٍ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْہِ" "برتن سے وہی کچھ ٹپکتا ہے جو اس میں ہو"۔ بعض اوقات حضرت مولانا رح ذوق و شوق میں فرماتے تھے کہ "کاش شریعت شربت کا گلاس بن جائے اور میں اس کو پی جاؤں"۔

**خود فراموشی** حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اپنے رفقاء کو نیستی یعنی "انانیت اور خودی کو مٹانے" کی تلقین فرماتے رہتے تھے۔ ارشاد فرمایا کرتے ؎

ہستیٔ ما باعثِ پستیٔ ما
نیستیٔ ما باعثِ بلندیٔ ما

خودی یعنی اپنے کو کچھ سمجھنے میں ہماری پستی اور ذلت کا راز مضمر ہے اور خودی کو مٹا دینے یعنی اپنے کو کچھ نہ سمجھنے میں ہماری سربلندی اور عزت کا راز پوشیدہ ہے، اور فرماتے "ہمارے حضرت قریشی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کو مرید کہنا کبھی پسند نہیں فرماتے تھے یہ تو ہمارے رفیق ہیں اور ہم سب اللہ کے مرید ہیں"۔

چنانچہ ۱۹۶۸ء کا واقعہ ہے مولانا عبدالغفار لاڑکانوی کے ایک مرید مولانا غلام محمد حضرت رح کی اقامت گاہ دھراجی کالونی کراچی تشریف لائے۔ عصر کے اجتماع میں بیان کی اجازت چاہی۔ حضرت رح نے انہیں بیان کی اجازت دے دی۔ مولوی صاحب نے دورانِ بیان فرمایا "حضرات! میں اپنا ایک خواب بیان کرتا ہوں۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں۔ مولانا عبدالغفور مدنی اس وقت اولیاء میں ایسے ہیں؟ مولانا عبدالغفور مدنی اولیاء میں ایسے ہیں؟ پھر کہا۔ مولانا عبدالغفور مدنی اولیاء میں ایسے ہیں ؎

کَاَنَّھُمْ شَمْسٌ فَضْلِ ھُمْ کَوَاکِبُھَا
یُظْھِرْنَ اَنْوَارَھَا لِلنَّاسِ فِی الظُّلَمِ

یعنی آپ کی ذات فضل و بزرگی میں مانند آفتاب کے ہے اور باقی اولیاء کرام ستاروں کی مانند ہیں اور یہ آفتاب اندھیروں میں بھٹکتی ہوئی مخلوق کو اپنی روشنی سے منوّر کر رہا ہے —— خواب سنا کر مولانا نے فرمایا۔ حضرت مولانا عبدالغفور صاحب اس وقت کے مجدّد ہیں۔ پھر علماء ربانی کی صفات بیان کر کے کہنے لگے۔ کہ مولانا اس وقت کے علماء میں عالم ربانی ہیں۔

حضرت رح نے مولانا غلام محمد کے بیان میں کوئی مداخلت نہیں فرمائی۔ اور خاموشی کے ساتھ سنتے رہے۔ یہاں تک کہ مغرب کی اذان ہو گئی حسب معمول اسی جگہ جماعت سے نماز ادا کی اور نماز کے بعد لوگوں سے ارشاد فرمایا۔ "آپ سب حضرات بیٹھے رہیں میں آتا ہوں"۔ یہ کہہ کر وہ کمرہ میں تشریف لے گئے۔ نوافل سے فارغ ہو کر باہر تشریف لائے۔ لوگ منتظر تھے۔ سیدھے منبر پر تشریف لے گئے۔ بیٹھ کر ارشاد فرمایا۔ "مجھے اس بیان سے سخت تکلیف پہنچی ہے۔ میں نہ مجدّد ہوں، نہ عالم ربانی۔ میں تجدید کی کون سی باتیں کرتا ہوں جو مجھے مجدّد کہا گیا ہے۔ میں تو شریعت کی باتیں بتلاتا ہوں اور شریعت کی تبلیغ کرتا ہوں۔ الحمد للہ۔ یہاں کے سب علماء علماءِ ربانی ہیں —— میں تو اگر

(باقی صد ۱۴ پر)

جناب محمد جمیل صاحب

# پاکستان میں عیسائیت کی رفتارِ ترقی

بہرکیف ہم جس بات کو پورے زور سے واضح کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ پاکستان میں اس بات کی قطعی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے اور نہ دی جانی چاہیئے کہ لوگوں کے دین و ایمان کو دنیوی مال و متاع کے عوض خریدا جائے اور اس ملک میں بالفعل یا بالقوۃ ایک پانچواں کالم پیدا کیا جائے جس کی وفاداریاں غیر ملکی طاقتوں سے وابستہ ہوں اس طریقے سے پوری قوم کی رگ حیات کو مسموم کیا جا رہا ہے مغرب اپنی جگہ پر آزاد مختار ہے کہ وہ چاہے تو سرمایہ دارانہ نظام برقرار رکھ کر اپنی تہذیب کی قبر خود ہی کھودے مگر ہم مسلمان جنہیں اپنے اسلام پر فخر ہے اور جنہوں نے اسلام ہی کے جھنڈے تلے جمع ہو کر فقیدالمثال قربانیاں دی ہیں۔ اپنے ہاں اسلام سے انحراف کو برداشت نہیں کر سکتے اور نہ ہی اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے قومی اور تہذیبی اخلاق کو تہ و بالا ہوتا دیکھ سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں ارتداد بالاتفاق ایک مجرمانہ فعل ہے خواہ عیسائی اقوام اسے پسند کریں یا نہ کریں ہمارے ہاں یہ جرم اس طرح مستلزم سزا ہے جس طرح امریکہ سے لے کر روس تک نام نہاد سیکولر ریاستوں میں سیاسی غداری مستوجب سزا ہے۔ اس لیے ریاست پاکستان کا یہ مقدس فریضہ ہے کہ وہ مسلمانوں میں فتنۂ ارتداد کا ہر قیمت پر سدِّ باب کرے ورنہ جن مسلمانوں کی خاطر پاکستان وجود میں لایا گیا تھا۔ ان کی سیاسی سطوت اور تہذیبی انفرادیت کا جنازہ نکل جائے گا اور ان کی قومی خود داری کی بنیادیں ڈھے جائیں گی۔

اگر اس ملک کی اکثریت کو یہاں امن و اطمینان کے ساتھ کسی مزاحمت کے بغیر ریاست کا کاروبار چلانا ہے۔ تو پھر کسی اقلیت کو یہاں اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ اکثریت پر اپنی مرضی محض اس بل پر مسلط کر سکے کہ اس کی پشت پر غیر ملکی سرمایہ ہے یا بیرونی طاقتیں علانیہ یا در پردہ اس کی پشت پناہ ہیں۔ اس بات کو قطعی طور پر برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ کہ اسلام کا کوئی فرزند اسلام کے نام پر حاصل کی گئی سرزمین میں ان کرائے کے پرچارکوں کے ہاتھوں صلیب کا قلادہ اپنے گلے میں پہن لے جو اجنبی ساماں و سرمایہ کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر ہمارے مفلس اور ناخواندہ عوام کا شکار کرتے پھر رہے ہیں اس معاملے میں اگر کسی وجہ سے ذرہ بھر بھی مصالحت یا تذبذب سے کام لیا گیا تو ہمارا اخلاق تباہ ہو جائے گا اور یہ مملکتِ پاکستان جو ہمارے دیرینہ خوابوں کی تعبیر گاہ ہے اس کی چولیں بالکل ہل کر رہ جائیں گی ہماری تاریخی روایات یہ ہیں کہ اپنے نظریہ حیات اپنے دین اور اپنی عزتِ نفس کی خاطر ہمیشہ لڑتے اور مرتے مارتے رہے ہیں ہمارے اندر خدا کے فضل سے ابھی تک اتنا دم خم موجود ہے کہ ہم دنیا بھر کی دولت کو پائے حقارت سے ٹھکرا سکتے ہیں۔ اگر اس سے ہمارے دینی ناموس پر آنچ آ رہی ہو! اگر پوری قوم کو اس خطرے سے آگاہ کر دیا جائے کہ محض مادی منفعت کے عوض ان کا دین ہاتھ سے جا رہا ہے تو انشاءاللہ اس قوم کا ایک ایک فرد پوری آمادگی اور احسان مندی کے جذبے کے ساتھ ہر طرح کے مالی ایثار و قربانی کے لیے اٹھ کھڑا ہوگا۔ اور اپنے عقائد و ایمان کی محافظت کے لیے کمر ہمت باندھ لے

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ مغرب میں مذہب افراد کی عملی زندگیوں میں کوئی موثر خدمت نہیں سرانجام دے رہا ہے اور بین الاقوامی معاملات میں تو اس کی کارفرمائی قطعاً معدوم ہو چکی ہے۔ اب سوچنے کی بات ہے کہ مغربی اقوام اپنے مذہب کی بیرونی تبلیغ کے لیے کیوں اس درجہ بے تاب ہیں؟ در اصل یہ تو بیں تمام تر یا بیشتر کئی صدیوں سے "رنگین اقوام" میں اپنے مذہب کی تبلیغ سیاسی اور استعماری اغراض کے تحت کر رہی ہیں اس تبلیغ کا کام بلا استثناء وہ لوگ سرانجام دے رہے ہیں۔ جو چھوٹی یا بڑی امپریلسٹ طاقتوں کے آلہ کار ہیں اور جنہیں اس خدمت کے عوض بیش قرار وظائف مل رہے ہیں ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے وقت نرے مشنری ادارے کام کر رہے تھے اور رومن کیتھولک چرچ کے مشن ان کے ماسوا تھے۔ اہل ملک کے مشتعل دینی جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لیے ۱۸۵۷ء میں مذہبی ناطرفداری کا ایک شاہی اعلان جاری کیا گیا اور ملک کے گوشے گوشے میں اسے پھیلایا گیا لیکن اس کے ایک ہی سال بعد برطانیہ کے وزیر اعظم نے انگلستان میں یہ بیان دیا۔

"یہ محض ہمارا فرض ہی نہیں ہے بلکہ ہمارے حق میں مفید بھی ہے کہ ہم ہندوستان کے طول و عرض میں عیسائیت کو ہر ممکن طریق سے فروغ دیں" اس وقت کے وزیر ہند نے اس پر اضافہ کرتے ہوئے کہا

"ہر نیا عیسائی ایک نیا رابطۂ حیات ہے جو ہندوستان اور ہمارے ملک کے درمیان وجود میں آتا ہے اور اس سے ہماری سلطنت کی طاقت میں اضافہ ہوتا ہے۔"

اغیار کی اس حکومت نے مشنری تنظیم کو فقط ایک "رابطِ اتحاد" کے طور پر ہی استعمال نہیں کیا بلکہ اس کے ذریعے سے اسلام کے علمبرداروں کے مذہبی جذبات کو کچلا گیا ان کے تہذیبی امتیازات کو ختم کیا گیا اور اس برعظیم میں مسلمانوں کے قومی تشخص پر کاری ضرب لگانے کی کوشش کی گئی، تعلیم سوشل سروس اور ریفارم کے بہانوں سے مسلمان نوجوانوں کے دل و دماغ میں ہر طرح کا زہر اتارا گیا۔ مسلمان مریض جو مشنری ہسپتالوں میں داخل ہوئے انہیں مسیحی لٹریچر پڑھایا گیا۔ اور مسیحی عبادات میں شریک کیا گیا۔ مشنری سکولوں کو عرصہ دراز تک تعلیم کے میدان میں اجارہ داری حاصل رہی اور ناثر پذیر مسلم بچوں کو اخراج کی دھمکیاں دے کر دعاؤں اور پرارتھناؤں میں شریک کیا گیا۔ افسوس ہے کہ قیام پاکستان کے بعد بھی اس طرح کی کارستانیاں کسی نہ کسی درجے میں اب تک جاری ہیں مسلمانوں کو اسلام سے دور ہٹانے اور اس سے متنفر کرنے کی اس ڈیڑھ سو سالہ مہم کے اثرات اب تک ہمارے بعض اعلیٰ انتظامی دوائر میں نمایاں دکھائی دے رہے ہیں۔

عیسائیوں کے اندر جو واضح غیر ملکی وابستگیاں رونما پا رہی ہیں انہیں ہندوستان ہی میں محسوس کر لیا گیا ہے۔ چنانچہ وہاں اس امر کے لیے عملی اور قانونی تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں جن کے ذریعے سے ان سرگرمیوں

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

# جدید مسائل

یوسف عزیز مدنی

## دو اصطلاحیں

**سوال:** خدام الدین میں یہ اعلان پڑھ کے اطمینان ہوا کہ آپ روزمرہ پیش آنے والے مسائل کے بارے میں "جدید مسائل" کے عنوان سے ایک سلسلۂ مضامین شروع کر رہے ہیں اس سے لوگوں کو بڑا فائدہ ہو گا اور ذہنوں میں جو شکوک و شبہات پیدا ہو رہے ہیں ان کا ازالہ بھی ہوتا رہے گا۔

میں اگرچہ ایک طالب علم ہوں اور تمام مسائل سے پوری طرح آگاہ نہیں ہو سکا لیکن پھر بھی اپنی معلومات کی بناء پر عرض کرتا ہوں کہ ہمارے ملک میں کئی جماعتیں اسلام کا دستورِ حیات نافذ کرنے کی علمبردار ہیں۔ اور خدا کا شکر ہے کہ ان کی تعداد زیادہ ہے اور صرف چند جماعتیں ایسی ہیں جو اپنے پروگرام میں اسلام کو شامل کرنے میں سرگرمی نہیں دکھلا رہی ہیں۔

اسلام کے نام پر جو جماعتیں کام کر رہی ہیں ان کے لیڈر اکثر یہ اعلان کرتے رہتے ہیں کہ ہم پاکستان میں "اسلامی جمہوریت" کا نفاذ چاہتے ہیں اور ایک جماعت ایسی ہے جس کے لیڈر اسلامی سوشلزم کو ملک کے اُلجھے ہوئے مسائل اور غریب عوام کے دکھوں کا مداوا قرار دیتے ہیں۔ کیا ایک مسلمان کی حیثیت سے ہم ان اصطلاحوں کو استعمال کر سکتے ہیں؟

(محمد قاسم، لوہاری دروازہ ملتان)

**جواب:** یہ امر سب کے لئے موجب اطمینان ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی مسلم سلطنت پاکستان میں کام کرنے والی سیاسی جماعتوں کا نصب العین اسلامی نظام کا نفاذ اور عملی طور پر اسے رائج کرنا ہے، بحیثیت مسلمان ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اسلام کے علاوہ اور کسی نظامِ حیات کی طرف نگاہ نہ اٹھائیں۔ "جمہوریت" اور "سوشلزم" دونوں اصطلاحیں غیر اسلامی ہیں۔ اور غیر اسلامی نظاموں کے ساتھ اسلام کی پیوند کاری کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتی۔ جب اسلام انسانوں کے تمام تقاضے پورے کرتا ہے خواہ وہ طرزِ حکومت اختیار کرنے کے ہوں یا اقتصادی اور معاشی مسائل حل کرنے کے، تو پھر ہمیں دشمنانِ اسلام عیسائیوں، یہودیوں اور دہریوں کی اصطلاحیں مستعار لینے کی کیا ضرورت ہے؟

اسلام میں جمہوریت کے مغربی تصور ڈیماکریسی کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ اس طرزِ حکومت کے خلاف حضرت علامہ اقبالؒ نے بہت کچھ تحریر فرمایا ہے۔ کیونکہ اس طرزِ حکومت کی بنیاد عوام کی حاکمیت پر ہے۔ اور اسلام صرف اللہ احکم الحاکمین کی حکمرانی و بالا دستی کی تعلیم دیتا ہے۔ جمہوری طرزِ حکومت کے مطابق جمہور کو حکمران تسلیم کرنے کا مطلب خدا کی حاکمیت سے انکار کرنا ہے۔ موجودہ نام نہاد جمہوری حکومتوں میں تمام فیصلوں کا دار و مدار عوام کے ووٹوں کی کثرت و قلت پر ہوتا ہے۔ ووٹوں کی اکثریت حاصل کر کے اسمبلی میں جانے والے افراد کا کثرت رائے سے فیصلہ قانوناً تسلیم کرنا پڑتا ہے اور اس سے انکار نہ صرف جمہوری روایات کے منافی سمجھا جاتا ہے بلکہ اسے قانوناً جرم قرار دیا جاتا ہے۔

ایسی جمہوری حکومت کے منتخب افراد اگر کثرت رائے سے اسلام کے بنیادی احکام کے خلاف کوئی فیصلہ دے دیں جیسا کہ مسئلہ وراثت اور عائلی قوانین کے لئے ہو چکا ہے۔ تو کیا بحیثیت مسلمان اسے تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

اسلام نہ تو جمہوری نظام یعنی عوام کی حکمرانی اور نہ ہی ملوکیت و آمریت یعنی بادشاہت اور شخصی حکومت کی اجازت دیتا ہے۔

اس کا نظام خلافت و شورائیت پر مشتمل ہے۔ جو حضرات اسلامی جمہوریت کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں وہ اسلامی خلافت اور اسلامی مشاورت کو کیوں نظر انداز کرتے ہیں۔ ایسے ہی اسلامی سوشلزم کی اصطلاح ہے۔

جن لوگوں نے اسلامی جمہوریت کی اصطلاح وضع کی ہے انہیں اب احساس ہو گا کہ انہوں نے کس قدر خطرناک فتنوں کا دروازہ کھولا ہے اور اسلام کے مقدس نام پر ہماری اسلامی زندگی میں غیر اسلامی اصطلاحات کو گھسنے کا کس طرح موقع دیا گیا ہے۔ یہ لوگ اگر صرف "اسلام" کی اصطلاح پر اکتفا کرتے تو دوسروں کو ان کی پیروی میں غلط قدم اٹھانے کی جسارت نہ ہوتی۔

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

گریز از طرزِ جمہوری غلامِ پختہ کارے شو
کہ از مغزِ دو صد خر فکرِ انسانے نمی آید

اقبالؒ

## درسِ قرآن

# خدا ایک ہے ◎ وہی اوّل اور آخر ہے

(مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب)

(۱۸)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، جن کا اسم گرامی نعمان ہے، ہم سب اُن کے مقلد ہیں ـــــ امام ابو حنیفہؒ کے زمانے میں ایک دہریے کے ساتھ آپؒ کا مقابلہ ہوا، مناظرہ ہوا، جو خدا کو نہیں مانتا تھا ـــــ ایک خدا نہیں مانتا تھا ـــــ جو خدا کے منکر ہیں وہ سینکڑوں کو مانتے ہیں۔ اور جو خدا کا بندہ ہے وہ صرف ایک خدا کو مانتا ہے ـــــ یہی مسئلہ بیان فرمایا یوسف علیہ السلام نے جیل خانے میں۔ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ (یوسف ۳۹) رب الگ الگ اچھے ہیں یا ایک رب اچھا ہے؟ وہ جو رب قہار ہو؟ قہار کا معنیٰ؟ جو چاہے کرلے اگلا مانے نہ مانے۔ اللہ پوچھتا نہیں ہے کہ "مرنا چاہنا ایں کہ نہیں؟ تیری کیہہ صلاح اے ماراں کہ نہ ماراں؟ پوچھتا ہے کسی سے؟ نہیں پوچھتا۔ قہار ہے، جو چاہے کرلے ـــ تو اللہ تعالیٰ واحد قہار ہے ـ تو دہریے وُہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود کے تو منکر ہیں لیکن کئی خداؤں کو مانتے ہیں۔

تو امام ابو حنیفہؒ کو دہریے نے کہا۔ "جی مجھے تین باتوں کا جواب دیں"۔ فرمایا "کیا"؟ ـــ "اللہ تعالیٰ سے پہلے کیا تھا؟ . . . . . . . . . اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت کیا کر رہے ہیں؟ تیسری بات یہ ہے کہ آپ خود یہ کہتے ہیں کہ یہ انسان جو ہیں، جو اللہ کے نافرمان ہیں، یہ شیطان کے پیروکار ہیں اور جب شیطانوں کے پیروکار ہیں تو شیاطین اور جنّات تو آگ سے پیدا ہوئے ہیں، ان پر جہنّم کی آگ کیا اثر کریگی؟ آگ کو آگ کیا جلائے گی؟" آپؒ نے فرمایا۔ "تو اپنی کرسی سے ذرا نیچے اُتر، پھر بات کرتے ہیں"۔ وہ کرسی سے نیچے اُترا۔ فرمایا۔ "تیرے ایک سوال (سوال ۲) کا جواب ہو گیا ـــ "وہ کیسے؟" "خدا نے یہ کیا، تجھے نیچے اتار دیا"۔

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے ذہنوں میں دین کی بات ڈال دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نیک بندوں کی خود رہنمائی کرتے ہیں۔ مولانا شمس الحق افغانی نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں نے اور نواب قلات نے قلات کی شاہی مسجد میں مغرب کی نماز پڑھی۔ کیونکہ یہ وہاں پر قلات کے وزیر تعلیم تھے، وزیر معارف تھے۔ باہر نکلنے لگے تو نکلتے نکلتے نواب صاحب نے میرے ساتھ تمسخر کے طور پر کہا۔ کہ "مولانا! دنیا میں مولوی کی عزت کوئی نہیں رہی"۔ فرماتے ہیں۔ ابھی میں جواب دینے ہی والا تھا کہ ہم جب باہر نکل کر جوتیاں پہننے لگے تو شاہی خاندان کی ایک ملازمہ ایک بچے کو لے کر کھڑی تھی اور اس نے مجھے کہا کہ "حضرت! اس پر دَم کر دیجئے"۔ میں نے جو کچھ پڑھنا تھا، پڑھا، دَم کر دیا۔ وہ ملازمہ چلی گئی تو میں نے کہا "نواب صاحب! آپ کے سوال کا جواب ہو گیا ـــ "کیسے؟" "دیکھ لیجئے ـ میں مولوی، آپ کی ریاست کا ملازم، نہ کوئی جائداد، نہ کوئی جاگیر، یہ بچہ آپ ہی کے خاندان کا تھا، اس ملازمہ نے مجھ سے دَم کیوں ڈلوایا؟ آپ سے کیوں نہیں ڈلوایا؟ مولوی کی عزت ہے کہ آپ کی عزت ہے؟" ـــ آپ سے تو نہیں کہا کہ نواب صاحب! دَم ڈالو ذرا اس پر، مجھے کہا نا؟ تو میری عزت ہے کہ آپ کی عزت ہے؟" وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (المنافقون ۸) عزت اللہ کی، عزت اللہ کے رسولؐ کی، عزت ان کی جو خدا پر یقین رکھتے ہیں۔ جن کے مرنے کے بعد بھی قبروں سے خوشبو آتی ہے۔ یہ ہے عزت ـــ یہ عزت نہیں ہے کہ مرنے سے پہلے حلیہ بگڑ جائے (اللہ میرے آپ کے حلیوں کو بگڑنے سے بچائے) ـــ اسے عزت نہیں کہتے کہ مرنے سے پہلے لوگوں سے دعائیں کرائی جاتی ہیں، دعا کیجئے خاتمہ بالخیر ہو۔

تو حضرت امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا۔ "تیرے ایک سوال کا جواب ہو گیا۔ اللہ نے اس وقت یہ کیا کہ تجھے کرسی سے نیچے اتار دیا۔ اور پہلے سوال کے جواب میں فرمایا "کچھ گنتی وِنتی آتی ہے یا نہیں؟" فرمایا گنو! ـــ "ایک، دو، تین، چار ـــــ دس۔ فرمایا۔ "پھر گنو"۔ "ایک، دو، تین، چار"۔ فرمایا۔ "بھئی! ایک سے پہلے بھی تو گنو نا"۔ اُس نے کہا۔ "جی ایک سے پہلے تو کچھ بھی نہیں"۔ فرمایا ـــ بے وقوف! پھر خدا سے پہلے کیا ہے؟ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ (الحدید ۳) عدد حقیقی تو ایک ہے نا جی! آپ سب تو ریاضی دان دوست ہیں، جانتے ہیں، عدد حقیقی ایک ہے، دو اضافی ہے۔ ایک نکال دو، کروڑ بھی نہیں بن سکتا۔ اگر ایک کو تھوڑی دیر کے لئے اندر باندھ دو تو دو بنیں گے؟ نہیں بنتے، جب دو نہیں بنے تو تین بنیں گے؟ دس اکائیاں اکٹھی ہوں گی تو دس بنیں گے۔ سو اکائیاں اکٹھی ہوں گی تو سو بنے گا اور پھر صفر بھی اس وقت کام کرتا ہے جب ایک ساتھ لگے۔ آپ چار صفرے ڈال دیں، کچھ بنے گا؟ کچھ بھی نہیں۔ اور ایک ڈال دیا گیا، کیا بن گیا؟ دس ہزار ـــــ ایک نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ہے، ایک ہو تو سب کچھ ہے، اور وہ اللہ کی ذات ہے۔ فرمایا ـــ ایک سے پہلے کیا ہے؟ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ـــــ اوّل بھی وہی، آخر بھی وہی، ظاہر بھی وہی، باطن بھی وہی۔ تمام کائنات میں اللہ کی تجلیات ہیں۔ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الحشر ۲۴) اسی لئے صوفیائے کرام نے مسئلہ نکالا وحدت الشہود کا اور وحدت الوجود کا۔

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

مجلسِ ذکر

# جذبۂ ایثار ہی مومن کا اثاثہ ہے

حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی : اَمَّا بَعْدُ :-
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ ۝ (الکوثر)

ترجمہ: بے شک ہم نے آپؐ کو کوثر دی۔ پس اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے۔ بے شک آپؐ کا دشمن ہی بے نام و نشاں ہے۔

## شکرِ نعمت

بزرگانِ محترم، معزز حاضرین و محترم خواتین! یہ اللہ تعالےٰ کی خصوصی نعمت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو اپنی یاد کی، قادری سلسلے میں شامل ہونے کی، حضرتؒ سے یا دیگر اکابر سے بیعت کرکے اُن کے ہاتھ پر توبہ کرنے کی توفیق دی، اللہ تعالےٰ اس سعادت کو ہماری نجات کا ذریعہ بنائیں۔ اللہ تعالےٰ نمائش سے بچائیں ——— کیونکہ ریاء الناس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکِ اصغر قرار دیا ہے۔

## نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۝ ہم نے تجھ کو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کوثر عطا کیا۔ قرآن کی ہر سورت اور ہر آیت کے اوّلین مخاطب جناب نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

## کعبۃ اللہ کی عظمت

جس طرح رمضان میں اور خصوصًا رمضان کے آخری عشرہ میں اللہ تعالیٰ نے مقبولیت کا موقعہ رکھا ہے بعینہٖ حج کا موقعہ ہے۔ اخبارات کی رپورٹنگ کے مطابق خانہ کعبہ کو غسل دیا گیا، یہ تاریخی غسل ہے۔ ہر سال سلطانِ نجد وحجاز خادم الحرمین کی حیثیت سے اپنے ہاتھوں میں پانی لے کر خانہ کعبہ کو دھوتے ہیں۔ اور تمام ممالک اسلامیہ کے نمائندے شریک ہوتے ہیں۔ غلافِ کعبہ کی تبدیلی کا یہ طریق اسلام سے بہت پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی قربانی کا جو واقعہ تھا اور جس میں ذبیح اللہ کا خطاب حضرت اسمٰعیلؑ کو ملا تھا وہ بھی اُسی علاقہ میں پیش آیا۔ منٰی میں مذبح ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے اس انقیاد کا، فرمانبرداری کا ــ سب کچھ قربان کر دینے کا تاریخی مقام یہیں ہے۔

## عطیّاتِ ربّانی

اس چھوٹی سی سورت میں قوموں کے عروج وزوال کی پوری تاریخ آ گئی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں ہم نے آپؐ کو کوثر عطا فرمایا۔ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۝ کوثر سے مراد حوضِ کوثر ہے، قرآنِ حکیم ہے۔ اللہ تعالےٰ نے جو عنایات فرمائی ہیں سب اس میں شامل ہیں۔ جیسے ایک حوض میں، تالاب ہیں، دریا میں سب کچھ ہوتا ہے، مونگے اور عقیق اور کیسے کیسے جواہر و لعل نکلتے ہیں، انواع و اقسام کی مچھلیاں ہیں، اُن کی شکلیں الگ، لذتیں الگ، فوائد الگ، جسامت الگ اور ان کے افادے کے متعلق تو آپ سے کیا عرض کروں۔ کس کس نعمت کا انسان شکر ادا کرے۔

## غناء کی تعریف

مَیں عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس چھوٹی سی سورت میں فرمایا۔ کہ ہم نے آپؐ کو حوضِ کوثر دیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ساری ملّتِ اسلامیہ کے سامنے اللہ تعالیٰ فخریہ اپنی اس عنایت کا اظہار فرما رہے ہیں۔ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ - سو اس نعمتِ عظمیٰ کے جواب میں ھَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ اللہ نے ہمیں نفس اور جان، اولاد و ازواج کی دولت دی۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ کہ اللہ نے آپ کے دل میں حج بیت اللہ کی لگن اور تڑپ لگا دی ہے لیکن بعض ایسے بھی بدبخت ہیں کہ جن کے پاس دولت کی فراوانی ہے لیکن حج نہیں کرتے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ کَثْرَۃِ الْعَرَضِ وَلٰکِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ۔ دولت کی بناء پر نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کے قرب کی بناء پر غنی ہوتا ہے۔ یعنی جو ہے راہِ خدا میں تج دیا۔ جان ہے تو جان، مال ہے تو مال، اولاد ہے تو اولاد، دولت ہے تو دولت۔ ایک شخص راہِ خدا میں اربوں روپیہ خرچ کرتا ہے، ایک شخص کے پاس صرف ایک روپیہ ہے وہ ایک خرچ کرکے ارب والے سے بھی زیادہ اللہ کے نزدیک مقبول ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس ایک کی اللہ کے نزدیک اتنی قدر و منزلت ہے جتنی لاکھ کی نہیں، ارب کی نہیں ——— کیونکہ اربوں والے کے پاس کھربوں روپے ہیں۔ اس بیچارے کے پاس ایک سے زیادہ کی توفیق نہیں۔ گذشتہ جنگ میں جو چندے کی ضرورت پیش آئی تو اس وقت بعض مزدوروں نے اپنی جو کمائی تھی یعنی ایک لحاف ہے تو وہ ہی راہِ خدا میں دے دیا۔ کسی بڑھیا کے پاس ایک روپیہ ہے تو اس نے وہی دے دیا۔ اس سے اندازہ لگائیے کسی کے پاس دو لاکھ تھا اُس نے دس ہزار دے دیا، کون سا تیر مارا؟ حضورؐ نے فرمایا۔ اَلْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ۔ غنی دولت سے نہیں، غنی ہوتا ہے اُس خُلق سے، جو اللہ نے اُس کو نیک خصلت عطا کی ہے۔ یعنی نیکی کی راہ میں خرچ کرنے کا جذبہ اور سعادت

عطا فرمائی ہے۔ پھر اللہ کا دوسرا احسان یہ ہے کہ اُس جذبے کے ساتھ اللہ نے دولت دے کر قول و فعل کو اپنانے کی توفیق دی ہے۔ یعنی زبان اور دل کا اتفاق عملی طور پہ ہو جائے تو یہ اتنا بڑا خدا کا فضل اور احسان ہے جس کا انسان شکر ادا کر ہی نہیں سکتا۔

## زبیدہ خاتون کا کارنامہ

مثال کے طور پر زبیدہ خاتون کے جو درجات ہیں انہیں جتنا بیان کیا جائے کم ہے لیکن جہاں حجاج جاتے ہیں اور اونٹ سینکڑوں سال سے پانی پیتے ہیں ایک نہر زبیدہ سے سیراب ہوتے ہیں، ایک اللہ کی بندی سے اتنا بڑا خدا نے کام لیا ہے، یہ کوئی چھوٹی سی بات ہے۔ انبیاء کے بعد، صدیقین اور شہداء کے بعد یہ صالحین اور صالحات ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ سے آپ بھی التجا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس قابل بنائیں کہ جان، دولت، راہِ خدا میں نثار کر دیں۔ اس خاتون پہ رشک آتا ہے۔

## میدانِ عرفات کا نقشہ

بہر حال یہ جملہ معترضہ سمجھئے جو دن حج کے قریب ہوتے ہیں، یہ بہت متبرک ہوتے ہیں۔ حجاج، منیٰ، مزدلفہ اور عرفات کے اندر لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ سارے عرب و عجم، کالے گورے، چھوٹے بڑے وہاں جمع ہوتے ہیں۔ یہ عبادت بلاشبہ اللہ کا بہت بڑا کرم ہے۔ قرآن میں اللہ نے فرمایا ہے۔ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ○ (الانعام ۱۱) فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ (الصّٰفّٰت ۷۳) جھوٹوں کی، متقیوں کی گذشتہ زندگیاں، قوموں کی، افراد کی، بین الاقوامی نامور جو دنیا میں گذرے ہیں ان کی حقیقت کا تبھی آپ کو پتہ چلے گا جب تم زمین و آسمان کو کھنگالو گے، مشرق، مغرب ایک کر دو گے اور اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بِالصِّيْنِ۔ چین تک علم کے لئے جانا پڑے تو جاؤ۔ اللہ اور رسولؐ کے اس حکم کی بناء پر یا صرف سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ۔ جس طرح اللہ نے فرمایا۔ سب پتہ چل جائے گا دنیا میں کیا ہوا، کیا ہو رہا ہے۔ تو میں سیروا فی الارض کی حقیقت اس طرح واضح کیا کرتا ہوں کہ خانہ کعبہ میں چلے جائیں۔ آپ دیکھیں گے کہ بنگالی، تلنگو، تامل، اٹیلین، جرمن، فرنچ، عرب، انگریز سب اپنی اپنی زبانیں بول رہے ہیں۔ لیکن ایک دن وہ سب لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کہتے ہیں، سب ایک لباس میں ہیں، مرد کفن میں، ایک چادر اوپر ایک چادر نیچے۔ وہاں ساری خدائی سمٹی ہوئی نظر آئے گی۔ نماز پڑھتے ہیں تو ایک ہی اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ پڑھ رہے ہیں۔ اور سارے عرفات کے اندر اللہ تعالیٰ کی دُہائی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا ــــ میدانِ حشر کہاں ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ یہی میدانِ عرفات ہے جس میں سال بہ سال حجاج جمع ہوتے ہیں۔

## ہمارے جیالے فوجیوں کی کارکردگی

۱۹۶۵ء میں جو ہندوؤں نے حملہ کیا تھا۔ ہمارے جرنیل، کرنیل اور فوجی اگر پیچھے ہٹ جاتے اور دوسرے سولجروں کو کہتے کہ تم آگے بڑھو، یہ قوم کبھی بھی شکست سے نہ بچ سکتی تھی۔ وہ بہادر، جانباز، جاں سپار، ہمارے کمانڈر اور ان کے بعد چھوٹے موٹے جتنے بھی افسر تھے انہوں نے بڑھ چڑھ کے دادِ شجاعت دی۔ نتیجہ آپ کے لئے فتح کی صورت میں نکلا، ایک قوم کو، ملک کو اپنے وسائل کی پشت پناہی پر سہارا ہوتا ہے لیکن یہاں صرف اللہ پر بھروسہ اور اعتماد تھا۔ جنگِ بدر میں مسلمان کم تھے لیکن اللہ کی تائید حاصل تھی۔ اس وقت بھی سامان کم، افراد کم لیکن تائید ایزدی حاصل تھی۔ اس سے اندازہ لگا لیجئے ــــ میں موضع بھٹیاں کی طرف جایا کرتا ہوں وہاں کے احباب نے بتایا کہ وہاں پر توپ داغنے والا ایک پٹھان سپاہی تھا۔ اس کے ہاتھ چھلنی ہو گئے تھے۔ دونوں کانوں میں سے خون نکل رہا ہے اور گولہ ڈال رہا ہے۔ پوری بٹالین کو پیچھے ہٹا کر رکھ دیا۔ احباب کا کہنا ہے اگر ہم کھانا پیش کرتے تو وہ کہتا۔ "کھانا ہٹاؤ۔ آج جان پیش کرنے کا وقت آیا ہے"۔ جب اسے فرصت ملتی دو نفل کے لئے کھڑا ہو جاتا اور کہتا "دعا کرو کہ ہماری بہو بیٹیوں کی عزت بچ جائے۔ التجا کر کے دعا مانگو کہ اللہ فتح دے"۔ اُس محاذ پر کچھ بھی نہیں تھا لیکن اللہ نے کتنی عظیم فتح عطا فرمائی۔ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے نوازا۔ قوم کے جذبات اتنے ابھارے کہ چار پانچ روز روٹی کھائے بغیر راہِ خدا میں ڈٹے رہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے شہداء کو نبیوں اور صدیقین کے بعد سب سے اونچا مقام بخشا ہے۔ اولیاء کرام بعد میں ہیں شہید آگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شہادت سے سرفراز فرمائے ؎

شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی

زندگی آنی جانی ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔ ہر شخص نے دنیا سے جانا ہے۔ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (القصص ۸۸) ایک اللہ کی ذات ابدی ہے۔ میں کہتا ہوں، یہ جانیں بھی خدا کی راہ ہی میں کیوں نہ جائیں، اللہ، رسولؐ کے نام پر کٹ مریں۔ اسی لئے ظفر علی خاں نے کہا ہے ؎

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

## تصحیح

جناب حنیف رضا کے سلسلہ وار مضمون "کاروانِ حجاز" میں مقامات مقدسہ کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صاحبہ لکھ دیا گیا ہے۔ حالانکہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ کا اسم مبارک ہے۔ اور رشتہ میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچا زاد بہن تھیں۔

(ادارہ)

# سرزمین حجاز اور رنگین فلم سازی؟

## بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست!

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ قرب قیامت کی وجہ سے اس تیزی سے فتنوں پر فتنے اٹھ رہے ہیں کہ ایمان کی سلامتی مشکل ہو رہی ہے اور اعمال صالحہ کی توفیق سلب ہوتی جا رہی ہے۔ ایک فتنہ تنہا بذات خود فتنہ ہوتا ہے اور ایک فتنہ مختلف فتنوں کو جنم دیتا ہے، مثلاً فوٹوگرافی کا فتنہ شروع ہوا یہی کیا کم گناہ تھا کہ اس سے سینکڑوں فتنے پیدا ہوئے۔ حضرت حق جل شانہٗ کا علم ہر شئی کو محیط ہے۔ اس کے علم میں ہے کہ فلاں فتنہ، فلاں فلاں، اسباب و ذرائع سے ابھرے گا۔ اس بنا پر شریعت الٰہیہ کا منشا یہ ہوتا ہے کہ جو چیز کسی درجہ میں بھی معاصی اور گناہوں کا سبب بن سکتی ہو اس کو منع فرمائے انسانی عقل بسااوقات اپنے قصور علم اور کم فہمی کی وجہ سے اس کی علت و حکمت کو محسوس نہیں کر سکتی، انسان بسااوقات تعجب کرتا ہے کہ بظاہر اس معمولی بات کو اتنی سختی سے کیوں روکا گیا لیکن بعد میں واقعات و شواہد سے اس کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ شریعت الٰہیہ نے جو فیصلہ کیا تھا عین حکمت تھا۔ ایک مصوری کے پیٹ سے کیسے کیسے فتنے پیدا ہوں گے۔ شریعت محمدی نے ابتدا ہی سے فرما دیا تھا۔ اشد الناس عذابا یوم القیامۃ المصورون یعنی سخت ترین عذاب قیامت کے دن صورت بنانے والوں کو ہوگا اور کبھی یہ فرمایا کہ ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے بنایا ہے ..... اس میں روح پھونکو اور کبھی یہ ارشاد فرمایا کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے اور کہیں یہ فرمایا۔ کہ صورت سازی حق تعالیٰ کی خالقیت کی نقل کرنی ہے وغیرہ وغیرہ۔ تصویر کے معاملہ میں اس شدت کی بنیاد درحقیقت یہ ہے کہ دین اسلام کا بنیادی عقیدہ توحید ہے یعنی حق تعالیٰ کی وحدانیت کا بدل و جان اقرار کرنا خواہ توحید ذات الٰہی کی ہو یا صفات الٰہی کی ہو یا توحید افعال الٰہی کی ہو اسلام میں کسی قسم کا شرک قابل برداشت نہیں اس لیے

ابتدا ہی سے شریعت نے تمام اسباب شرک پر جن میں تصویر بھی شامل ہے۔ شدید پابندی لگا دی۔ اسی لیے میں نے کہا کہ یہ کوئی معمولی گناہ نہ تھا لیکن اس وقت جب کہ حق تعالےٰ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے ذریعہ یہ اعلان کرایا تھا اور یہ احکام نازل فرمائے تھے خیال بھی نہیں گزر سکتا تھا کہ آئندہ چل کر یہ فتنہ کتنے عظیم الشان فتنوں کا ذریعہ بنے گا آج اسی مصوری کی وجہ سے حسن و جمال کی نمائش ہوتی ہے اور اسی تصویر سازی کی وجہ سے بے حیا قوموں کی عورتوں کے عریاں

اشد الناس عذابا یوم القیامۃ المصورون

حدیث شریف

فوٹو، بداخلاقی بداطواری اور خدا فراموش زندگی کا ذریعہ بن چکے ہیں یہی لعنت شہوانی وحیوانی جذبات بھڑکانے کا سبب ہے۔ اسی لعنت کی وجہ سے کتنے معصوموں کا خون بہہ رہا ہے اور کتنی جانیں تلف ہو رہی ہیں اور خودکشی کی کتنی وارداتیں ہو رہی ہیں۔ تھیٹر اور سینما کے پردوں پر اسی مصوری کی وجہ سے بے حیائی کے مظاہر اور روح فرسا مناظر سامنے آ رہے ہیں۔ اسی فتنہ کی وجہ سے نہ کسی کی آبرو محفوظ ہے نہ تہمت تراشی سے کوئی بچ سکتا ہے، کسی کا سر اور کسی کا دھڑ

لے کر جو چاہے کرشمہ سازی دکھلائے کسی کو بدنام کرنا ہو اس کے بالائی بدن کی صورت لے کر کسی طوائف کے عریاں فوٹو میں پیوند لگا کر جو چاہے کر لیجئے۔ آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا ایک بڑی قومی اسلامی مملکت کی تباہی و بربادی اور اس کے حکمران کی جلاوطنی میں یہی فتنہ ایک مؤثر عامل ثابت ہوا ہے۔ اس قسم کی عریاں تصویروں کے ذریعے ملک میں ان کی بداخلاقی و بے حیائی و بے دینی کو پروپیگنڈہ کیا گیا اور بدنامی کی انتہا کر دی گئی اور آخر تاج و تخت سے محرومی کا باعث بنا۔ افسوس کہ واقعہ کی پوری تفصیل سے میں معذور ہوں۔ الغرض اس فتنے کے کرشموں سے نہ دین محفوظ ہے نہ اخلاق۔ نہ کسی کی جان محفوظ ہے نہ کسی کی عزت و آبرو اور نہ کسی کا ایمان، نہ کسی کی عصمت، فواحش و منکرات کی اشاعت میں مصوری کو اتنا بڑا دخل ہے کہ اسی کی وجہ سے تقویٰ و طہارت و پاکیزہ زندگی کی بنیادیں ہل گئیں لیکن آج کل کی اصلاح میں یہ ثقافت اور آرٹ ہے اور غضب یہ کہ اس کو "اسلامی آرٹ" کا نام دیا جاتا ہے

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

تھیٹر و سینما اور یہ فلمیں جن سے آج معاشرہ ہلاکت کے کنارے پہنچ گیا ہے۔ یہ تمام اسی مصوری کی بدولت ہے اور یہ فتنہ اتنا عام ہو گیا ہے کہ مسجدیں، جو خالص عبادت گاہیں ہیں وہ بھی اس سے محفوظ نہیں۔ نکاح کی محفلوں سے مقامات مقدسہ تک ہر جگہ یہ فتنہ پہنچ گیا ہے۔ بعض وہ حکومتیں جو اسلامی قانون جاری کرنے کی مدعی ہیں اور وہ جن کا دعوےٰ اتباع سنت ہے ان کے ہاں یہ فتنہ اس قدر شباب پر ہے اور آب و تاب سے ہے کہ الامان و الحفیظ۔ بہرحال یہ فتنہ اتنا عالمگیر ہو گیا ہے کہ نہ مسجد بچی نہ مدرسہ نہ اسلامی ملک بچا نہ صالح مسلمان بچے اور آج اس لعنت کی وجہ سے ایک فلم تیار کی جا رہی ہے۔ ایک مقامی

# توبہ کی حقیقت

حافظ قاری فیوض الرحمٰن، ایم اے (عربی۔ علوم اسلامیہ۔ اردو)

## توبہ و استغفار کے معنی

توبہ کے معنی لوٹنے پلٹنے اور رجوع کرنے کے ہیں — استغفار کا مطلب یہ ہے کہ جب بندہ سے اللہ کی نافرمانی اور گناہ کا کوئی کام ہو جائے تو وہ اس پر نادم اور شرمندہ ہو اور آئندہ اس گناہ سے بچنے کا پختہ عزم و ارادہ کرلے اور اللہ تعالےٰ سے اپنے کئے ہوئے گناہ کی معافی چاہے۔ توبہ و استغفار آپس میں لازم و ملزوم ہیں (اَلتَّوْبَۃُ نَدَمٌ۔ جسے یوں بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی توبہ اس سوزش و جلن کو کہتے ہیں جو گناہ کے بعد دل میں پیدا ہوتی ہے — مفہوم دعوات عبدیت حضرت تھانویؒ)

## توبہ و استغفار کی حقیقت

توبہ صرف زبان سے نہیں ہوتی بلکہ کئے ہوئے گناہ پر دل سے ندامت اور رنج و افسوس ہونا ضروری ہے اور آئندہ اس گناہ کو سمِ قاتل سمجھ کر چھوڑ دینے کا ارادہ بھی دل سے ہونا لازمی ہے۔ صرف زبان سے توبہ توبہ کہہ لینا توبہ کی توہین ہے ؎

سبحہ درکف، توبہ برلب، دل پُر از ذوقِ گناہ
معصیت راخندہ می آید براستغفارِ ما

(ہاتھ میں تسبیح، زبان پر توبہ اور دل گناہ کی لذّت سے بھرا ہوا۔ ہماری ایسی استغفار پر گناہوں کو ہنسی آتی ہے)

اور ؎

در دل ہوسِ گناہ برلب توبہ
زیں توبہ نامقبول یارب توبہ

(زبان پر توبہ اور دل میں گناہوں کی ہوس، اس نامقبول توبہ سے اے اللہ توبہ)

توبہ و استغفار کی حقیقت اس مثال سے اچھی طرح سمجھی جا سکتی ہے کہ کوئی آدمی غصّہ یا رنج کی حالت میں خودکشی کے ارادہ سے زہر کھالے اور جب وہ زہر اندر پہنچ کر اپنا عمل شروع کرے اور آنتیں کٹنے لگیں اور وہ ناقابلِ برداشت تکلیف اور بے چینی ہونے لگے جو زہر کے نتیجہ میں ہوتی ہے اور موت سامنے کھڑی نظر آئے تو اس کو اپنی اس جاہلانہ اور احمقانہ حرکت پر رنج و افسوس ہو اور اس وقت وہ چاہے کہ کسی بھی قیمت پر اس کی جان بچ جائے اور جو دوا حکیم یا ڈاکٹر اُسے بتائیں وہ استعمال کرے اور جس ترکیب سے کہیں اسی طرح استعمال کرے — یقیناً اس وقت وہ پوری صدق دلی کے ساتھ یہ بھی فیصلہ کرے گا کہ اگر میں زندہ بچ گیا تو آئندہ کبھی ایسی حماقت نہیں کروں گا۔

بالکل اسی طرح سمجھنا چاہئے کہ کبھی کبھی صاحبِ ایمان بندہ غفلت کی حالت میں شیطان کے بہکانے یا خود اپنے نفسِ امّارہ (جو گناہ پر آمادہ کرتا ہے) کے تقاضے سے گناہ کر بیٹھتا ہے لیکن جب اللہ تعالےٰ کی توفیق سے اس کا ایمانی حاسّہ بیدار ہوتا ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ میں نے اپنے مالک و مولیٰ کی نافرمانی کرکے اپنے کو ہلاک کر ڈالا اور اللہ تعالےٰ کی رحمت و عنایت اور اس کی رضا کے بجائے میں اس کے غضب اور عذاب کا مستحق ہو گیا اور اگر میں اسی حالت میں مر گیا تو قبر میں اور اس کے بعد حشر میں مجھ پر کیا گذرے گی اور وہاں اپنے مالک کو کیا منہ دکھاؤں گا اور آخرت کا عذاب کیسے برداشت کر سکوں گا — الغرض جب اللہ تعالےٰ کی توفیق سے اس کے اندر یہ فکر و احساس پیدا ہوتا ہے تو وہ یہ یقین و عقیدہ رکھتے ہوئے کہ میرا مالک و مولیٰ بڑا رحیم و کریم ہے، معاف کرنے کا خوگر ہے، معافی مانگنے پر بڑے سے بڑے گناہوں کو بڑی خوشی سے معاف کر دیتا ہے۔ وہ اس سے معافی و بخشش کی استدعا کرتا ہے اور اسی کو گناہ کے زہر کا علاج سمجھتا ہے نیز اس کے ساتھ آئندہ کے لئے دل کی گہرائیوں سے فیصلہ کرتا ہے کہ اب کبھی اپنے مالک کی نافرمانی نہیں کروں گا اور کبھی اس گناہ کے پاس نہیں جاؤں گا۔ پس بندہ کے اسی عمل کا نام استغفار اور توبہ ہے۔"

("الفرقان" لکھنو۔ مولانا محمد منظور نعمانی)

## توبہ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت کا ذریعہ ہے

توبہ کے وقت بندہ چونکہ اپنی گنہگاری کے احساس کی وجہ سے انتہائی ندامت اور پستی کی حالت میں ہوتا ہے اور گناہ کی گندگی کی وجہ سے مالک کو منہ دکھانے کے قابل نہیں سمجھتا اور اپنے کو مجرم اور خطاوار سمجھ کر معافی اور بخشش مانگتا اور آئندہ کے لئے توبہ کرتا ہے اس لئے بندگی اور تذلّل اور گنہگاری و قصور واری کے احساس کی جو کیفیت استغفار و توبہ کے وقت میں ہوتی ہے وہ کسی دوسری دعا کے وقت نہیں ہوتی۔ بلکہ نہیں ہو سکتی۔ اس بناء پر استغفار و توبہ دراصل اعلیٰ درجہ کی عبادت اور قربِ الٰہی کے مقامات میں بلند ترین مقام ہے اور توبہ کرنے والے بندوں کے لئے صرف معافی اور بخشش ہی کی نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کی خاص عنایت و محبّت اور اس کے پیار کی خوش خبری سنائی گئی ہے۔

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں۔ "قرآن و حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ صرف ضرورت ہی کی چیز اور مجبوری کا معاملہ نہیں ہے کہ جب آدمی کسی معصیت (گناہ) میں مبتلا ہو جائے تو توبہ کرے، یہ تو فرض واجب ہے اور اس کے بغیر تو صاحبِ ایمان کو چین ہی نہیں آتا بلکہ توبہ ایک مستقل عبادت اور قرب و محبوبیّت کا ذریعہ ہے۔ اس کے ذریعہ سے جو ترقی ہوتی ہے اس کو کوئی عبادت نہیں پہنچ سکتی، اس لئے ابرار و صالحین (نیک لوگ) و مقربین

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

# حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ایک تاریخی خطبہ

عبدالواحد بیگ، ملتان

قَالَ اَبُو مِخْنَفٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ اَبِي الْعَيْزَارِ اَنَّ الْحُسَيْنَ خَطَبَ اَصْحَابَهُ وَ اَصْحَابَ الْحُرِّ بِالْبَيْضَةِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَ اَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَاٰى سُلْطَانًا جَائِرًا مُسْتَحِلًّا لِحَرَامِ اللّٰهِ نَاكِثًا لِعَهْدِ اللّٰهِ مُخَالِفًا لِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ فِي عِبَادِ اللّٰهِ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ فَلَمْ يُغَيِّرْ عَلَيْهِ بِفِعْلٍ وَّلَا قَوْلٍ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّدْخِلَهُ مُدْخَلَهُ ــــ اَلَا وَ اِنَّ هٰؤُلَاءِ قَدْ لَزِمُوْا طَاعَةَ الشَّيْطَانِ وَ تَرَكُوْا طَاعَةَ الرَّحْمٰنِ وَ اَظْهَرُوا الْفَسَادَ وَ عَطَّلُوا الْحُدُوْدَ وَاسْتَاْثَرُوْا بِالْفَيْءِ وَ اَحَلُّوْا حَرَامَ اللّٰهِ وَ حَرَّمُوْا حَلَالَهُ وَ اَنَا اَحَقُّ مَنْ غَيَّرَ وَ قَدْ اَتَتْنِيْ كُتُبُكُمْ وَ قَدِمَتْ عَلَيَّ رُسُلُكُمْ بِبَيْعَتِكُمْ اَنَّكُمْ لَا تُسْلِمُوْنِيْ وَ لَا تَخْذُلُوْنِيْ فَاِنْ تَمَمْتُمْ عَلٰى بَيْعَتِكُمْ تُصِيْبُوْا رُشْدَكُمْ فَاَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ وَّ ابْنُ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسِيْ مَعَ اَنْفُسِكُمْ وَ اَهْلِيْ مَعَ اَهْلِيْكُمْ فَلَكُمْ فِيَّ اُسْوَةٌ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ نَقَضْتُمْ عَهْدَكُمْ وَ خَلَعْتُمْ بَيْعَتِيْ مِنْ اَعْنَاقِكُمْ فَلَعَمْرِيْ مَا هِيَ لَكُمْ بِنُكْرٍ لَقَدْ فَعَلْتُمُوْهَا بِاَبِيْ وَ اَخِيْ وَابْنِ عَمِّيْ مُسْلِمٍ وَالْمَغْرُوْرُ مَنِ اغْتَرَّ بِكُمْ فَحَظَّكُمْ اَخْطَاْتُمْ وَ نَصِيْبَكُمْ ضَيَّعْتُمْ وَ مَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَ سَيُغْنِي اللّٰهُ عَنْكُمْ ـ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ ـ

(طبری جلد ۷ صفحہ ۳۰۰)

ترجمہ: ابو مخنف، عقبہ بن ابی عیزار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنے اور حرؑ کے ساتھیوں کے سامنے بیضہ کے مقام پر تقریر فرمائی ــــ اللہ تعالےٰ کی حمد و ثناء کے بعد حضرتؓ نے فرمایا کہ لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "جو شخص اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال گرداننے والے، اللہ تعالےٰ کے عہد کو توڑنے والے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنّت کی مخالفت کرنے والے، گناہ اور زیادتی کے ساتھ خدا کے بندوں پر حکومت کرنے والے ظالم سلطان کو پائے اور پھر نہ اپنے عمل کی طاقت سے اُس کو بدلے، نہ قول کی طاقت سے تو اللہ تعالیٰ کو حق ہے کہ اُسے بھی وہاں بھیجے جہاں اس ظالم حکمران کو بھیجے گا" ــــ (اس حدیث کو پیش کرنے کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا) "یاد رکھیے! کہ انہوں نے (یعنی یزیدی حکومت نے) شیطان کی اطاعت اپنے لئے لازم کر لی ہے اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ رکھی ہے۔ انہوں نے خدا کی زمین پر فساد برپا کر رکھا ہے اور رحمٰن کی حدود معطّل کر دی ہیں۔ حکومت کے مال کو اپنی ذاتی ملکیت بنا لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر رکھا ہے اور مجھ پر اس بات کی سب سے زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ (خدا کی) ایسی باغی حکومت کو تبدیل کردوں۔ نیز میرے پاس تمہارے بہت سے خطوط اور قاصد پہنچے جنہوں نے تمہاری طرف سے مجھے یقین دلایا کہ تم میری اتباع کروگے اور مجھے بے یار و مددگار نہ چھوڑوگے اور کسی حال میں بھی میری مخالفت نہیں کروگے۔ پس تم اگر اس عہد کو پورا کروگے تو ہدایت پاؤگے۔ سن لو! میں حسین ابن علیؓ ہوں اور فاطمہؓ بنت رسولؐ کا بیٹا ہوں۔ میری ذات تمہارے ساتھ ہے اور میرا خاندان تمہارے خاندان کے ساتھ ہے۔ پس تمہارے لئے میری زندگی اسوۂ حسنہ ہے۔ اور اگر تم نے میرا ساتھ نہ دیا اور وعدہ شکنی کی اور میری اطاعت کا قلاوہ اپنی گردنوں سے اتار پھینکا تو مجھے اپنی جان کی قسم! کہ یہ تم سے میرے لئے کوئی غیر متوقع بات نہیں ہے۔ کیونکہ تم اس سے پہلے اس قسم کی وعدہ شکنی میرے والد کے ساتھ، میرے بھائی کے ساتھ اور میرے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کے ساتھ کر چکے ہو۔ سب سے بڑا فریب خوردہ شخص وہ ہے جو تمہارے دھوکہ میں مبتلا ہو۔ (اب اگر پھر تم نے دھوکہ دیا تو) بڑی خطا کروگے اور دنیا و آخرت میں سرخروئی کا منہ نہ دیکھوگے (میں صاف کہتا ہوں) کہ جو شخص بھی وعدہ شکنی کرے گا اس کا وبال اس کی گردن پر ہوگا اور میرا خدا مجھے تم سے بے نیاز رکھے گا۔ (والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ)

---

کرتی ہے پیش اب بھی شہادت حسینؓ کی
آزادیٔ حیات کا یہ سرمدی اصول
چڑھ جائے کٹ کے سر ترا نیزے کی نوک پر
لیکن تو فاسقوں کی اطاعت نہ کر قبول

(مولانا ظفر علی خانؒ)

---

دیکھو وہ امام تشنہ لب کیسے تھے عاشق نماز
تیغ تھی حلق پر رواں، سر تھا جھکا نماز میں

## بقیہ: درسِ قرآن

وہ میرے آپ کے سمجھنے کی بات نہیں ہے۔ وحدت الشہود اور وحدت الوجود کے مسائل باریک ہیں لیکن بہر کیف جن کو خدا کے ساتھ عشق ہو جاتا ہے، وہ پھر پتوں میں خدا کا جلوہ محسوس کرتے ہیں، وہ پھر دیواروں میں خدا کا جلوہ محسوس کرتے ہیں، وہ پھر کائنات کے چپے چپے میں خدا کا جلوہ محسوس کرتے ہیں وہ پھر یہ سمجھتے ہیں کہ ساری کائنات کا خالق کون ہے؟ اللہ کی ذات۔

تو میرے بزرگو! تیسرے سوال کے جواب میں امام ابو حنیفہ رح نے اسے ایک ڈھیلا دے مارا ــــ تو اس نے کہا "مولوی صاحب! آپ نے یہ کیا کیا؟ مجھے ڈھیلا لگا دیا ــــ فرمایا۔ کیوں کجھ دکھ ہویا ای؟" ــــ "میرا تے منہ سُجا دِتّا جے" ــــ "یہ بھی چمڑا، وہ بھی چمڑا، یہ بھی ہڈی، وہ بھی ہڈی۔ ہڈی کے ساتھ ہڈی لگی تو درد کیا ہوا؟" سمجھ گئے بات؟ جہنم میں جانے والے آگ کی پیدائش اور آگ بھی آگ، آگ آگ کو جلاتی ہے، آگ آگ کو دکھ پہنچاتی ہے ــــ تینوں جواب ہو گئے۔ (باقی آئندہ)

## بقیہ: توبہ کی حقیقت

کو بھی اس کی ضرورت ہے۔ وہ جب کسی توبہ کرنے والے پر رحمتِ الٰہی کی بارش اور اس کی ذاتِ عالی کی نوازش دیکھتے ہیں تو ان کو بڑی بڑی عبادتیں اس کے سامنے ہیچ اور حقیر معلوم ہونے لگتی ہیں اور وہ اس وقت اس گروہ میں شامل ہونے کی کوشش کرتے ہیں جو رحمتِ الٰہی کا مورد ہوتا ہے۔"

سیّد علی ہمدانی رح متوفی ۷۸۶ھ فرماتے ہیں "اوّل سے آخر تک گناہ سے پاک رہنا فرشتوں ہی کا حصّہ ہے اور اوّل سے آخر تک پلید رہنا شیطان کا کام ہے لیکن گناہ کر کے توبہ کرنا آدم ؑ اور اس کے فرزندوں کا کام ہے۔ بندہ گناہ سے ماخوذ نہیں ہوتا بلکہ توبہ کے ترک سے ماخوذ ہوتا ہے۔ (ارشاد السالکین ص۱۲۲)

یہ خیال بہت ہی عامیانہ اور غلط ہے کہ استغفار و توبہ عاصیوں اور گنہگاروں ہی کا کام ہے اور انہی کو اس کی ضرورت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص مقرب بندے یہاں تک کہ انبیائے کرام علیہم السلام جو گناہوں سے محفوظ و معصوم ہوتے ہیں ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی وہ محسوس کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حق بالکل ادا نہ ہو سکا۔ اس لئے وہ برابر توبہ و استغفار کرتے ہیں اور اپنے ہر عمل کو حتّٰی کہ اپنی نمازوں تک کو قابلِ استغفار سمجھتے ہیں حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کا سلام پھیرنے کے بعد تین مرتبہ "اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ" (یعنی اے اللہ! میں تجھ سے بخشش و معافی چاہتا ہوں) کہتے تھے۔ نماز کے بعد آپ کا یہ استغفار اسی بناء پر ہوتا تھا کہ آپ محسوس کرتے تھے کہ نماز کا حق ادا نہیں ہوا۔ بہرحال توبہ و استغفار عاصیوں اور گنہگاروں کے لئے مغفرت و رحمت کا ذریعہ اور مقربین و معصومین کے لئے درجاتِ قرب و محبوبیت میں بے انتہا ترقی کا وسیلہ ہے۔ (باقی آئندہ)

# آزاد کشمیر کو خود مختار ریاست بنانے کی خطرناک تجویز

## نتائج و عواقب کا حقیقت پسندانہ تجزیہ

سردار محمد عبدالقیوم خان، صدر آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس

(۳)

بہر حال

۱- یہ خود مختاری ریاستِ جموں و کشمیر کے اس حصے کے لئے مانگی جا رہی ہے جس کو ہم آزاد کشمیر کہتے ہیں۔

۲- یہ وہی خطۂ زمین ہے جس کو اسی سرزمین کے رہنے والے مجاہدین نے اس حالت میں آزاد کرایا تھا کہ پاکستان بھی ان کی امداد کرنے کے ناقابل تھا اور ان کی اپنی چاقو چھریاں تک بھی ڈوگرہ حکومت نے ضبط کر لی تھیں۔ چنانچہ یہ جنگ دشمن سے اسلحہ چھین کر لڑی گئی۔

۳- یہی وہ خطۂ زمین ہے جس کو مجاہدینِ آزادی نے ناقابلِ فراموش قربانیاں دے کر خالصتاً اسلام اور پاکستان کے نام پر حاصل کیا تھا اور پاکستان کے مسلمانوں نے ان کی امداد پر اپنا ہر قسم کا سرمایہ قربان کیا۔

۴- اس علاقے کے لوگ آج بھی اسلام اور پاکستان کے نام پر مر مٹنے کے لئے سربکف ہیں۔

۵- اس علاقے سے پاکستانی فوج کی کمی کو بھی پورا کیا جاتا ہے اور آج بھی پاکستانی فوج کا ایک خاصہ حصہ اس علاقے کے لوگوں پر مشتمل ہے۔ اور ان ہی لوگوں کو جن کی جنگی صلاحیتوں اور بہادری کے باعث انگریزی فوج کی ریڑھ کی ہڈی کہا جاتا تھا۔

۶- یہ علاقہ اپنی جغرافیائی حیثیت کے اعتبار سے اور ساتھ ہی اس میں بسنے والے جنگجو قبائل کے باعث پاکستان کا مضبوط دفاعی حصار ہے جس کی موجودگی میں بھارت کی کوئی معاندانہ کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اور جس کو خدانخواستہ اگر نکال دیا جائے تو پاکستان کے دار الحکومت کے لئے بھی جگہ تلاش کرنا مشکل ہو جائے گی۔

۷- اس علاقہ کے لوگوں ہی نے کشمیر کی آزادی کی خاطر قربان گاہ پر چڑھنے کے لئے ہراول دستے کا کام دیا ہے اور یہی علاقہ مجاہدین آزادی کی ایسی پناہ گاہ ہے جس پر کوئی بین الاقوامی کنٹرول قانونی طور پر نہیں ہے اور یہی علاقہ ہماری تحریک آزادی کا کیمپ ہے (کہتے ہیں کہ صدر ایوب خاں یہ نقطہ کیمپ سن کر بسیخ پا ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ان کے دور کا تاریخی کارنامہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے بائیس سال بعد آزاد کشمیر حکومت کی اس حیثیت کو کہ وہ ساری ریاستِ جموں و کشمیر کی صحیح نمائندہ حکومت ہے اسے ختم کر کے اس کو لوکل اتھارٹی قرار دیا یعنی بالفاظ دیگر ریاست کی صحیح نمائندہ حکومت مقبوضہ کشمیر کی حکومت ہے اور یہ کہ گویا آزاد حکومت محض ایک انتظامی معاملہ تھا جسے وہ دوبارہ صدر منتخب ہونے پر سرے سے ختم کر دینے کا ارادہ رکھتے تھے، اس کے لئے کسی شہادت کی ضرورت نہیں یہ ایک کھلی حقیقت ہے جو ایکٹ ۱۹۶۸ء سے واضح ہے)

اس علاقے کے مسلمان سوائے الحاقِ پاکستان کے کسی دوسرے نعرے کو اپنانے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ جس کے بے شمار شواہد موجود ہیں۔ اور سب سے بڑا شاہد وہ انتخاب ہے جو علیحدگی کے نعرے پر لڑا گیا اور صدر ایوب خاں کی کھلی اور جابرانہ امداد کے باوجود اور اس کے باوجود کہ وہ انتخاب بی ڈی کے محدود ذریعہ سے ہو رہا تھا آزاد کشمیر میں اس نعرے کی شکست فاش کا ازالہ کرنے کے لئے کشمیری مہاجرین کے ووٹ بے بغیر نتائج کا اعلان کر دیا گیا۔

۹- اس علاقہ میں کسی قسم کی تحریک جو کسی اعتبار سے علیحدگی کا مطمح نظر رکھتی ہو اگر کسی اعتبار سے تھوڑی سی مقبولیت حاصل کر بھی جائے تو اس سے پاکستان کی سالمیت کو جو فوری خطرہ ہے ظاہر ہے۔

۱۰- یہ علاقہ کم پیداوار کا علاقہ ہے اور اس کی حکومت کو چلانے کے لئے پاکستان کی حکومت ایک کثیر رقم کی امداد کرتی ہے اور کئی دوسرے اعتبارات سے بھی اس علاقے کی معیشت کا دار و مدار پاکستان پر ہے اس اعتبار سے بھی دیکھئے کہ علیحدگی کی تحریک کا کیا مقصد ہے؟

۱۱- یہی وہ علاقہ ہے جس کے باشندوں کو ہزاروں تکلیفیں دی گئیں ان کے ساتھ گوناگوں ناانصافیاں ہوئیں حتیٰ کہ انہیں بنیادی حقوق سے بھی محروم رکھا گیا اس کے باوجود ان کی پاکستان سے محبت اور وابستگی کے جذبہ میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا وہ اب تک پاکستان سے اسی طرح وابستہ ہیں، جس طرح پاکستان کے لوگ ۱۹۴۷ء میں تھے اور جس کو پاکستان کا اندرونی انتشار جس کی بنیادیں کلیۃً غیر قانونی اور غیر اسلامی ہیں ابھی تک متاثر نہیں کر سکا۔

۱۲- یہی وہ خطۂ زمین ہے جس پر بھارت اور اس کے ہمدردوں کا کوئی طلسم کسی دور میں بھی اثر انداز نہ ہو سکا اور یہی وجہ ہے کہ یہ علاقہ بھارت کے لئے ایک مستقل خطرے کی علامت بنا ہوا ہے اور اسی علاقے کے لوگوں کا عزم و استقلال ہے جو ریاست کے دوسرے حریت پسندوں کا حوصلہ بڑھانے اور آزادی کی جوت جگانے کا سبب بنا ہوا ہے جس پر تحریکِ الحاقِ پاکستان کی دیواریں کھڑی ہیں اگر یہ کہوں تو کسی صورت بے جا نہ ہو گا کہ پاکستان کی

طرف سے بھارت کے لئے جس خطرے کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے ماہرین اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ اس میں آزاد کشمیر کے لوگ سرفہرست ہیں باوجود اس کے کہ حکومت پاکستان نے بھارت کے دل سے اس خطرے کے ہوّے کو نکالنے کی ہرممکن کوشش کی ہے تاہم وہ خطرہ بھارت کے دل میں موجود ہے۔ اس خطرے کی نشاندہی خود بھارت کے ایک معروف جرنیل کری آپا نے کر دی تھی۔ جس کے الفاظ تھے کہ "اگر کشمیر میں جنگ ہوئی تو کشمیر بھارتی فوجوں کا قبرستان بن جائے گا" یہ ہے وہ علاقہ اور یہ ہیں وہ اسلام اور پاکستان کے شیدائی لوگ جنہیں پاکستان سے علیحدہ کرنے کی تحریک اسی ملک میں بے خوف و خطر چلائی جا رہی ہے۔

اب اس پر بھی غور کیجئے کہ اس تحریک کے چلانے والے کون لوگ ہیں جب کہ

۱۔ شیخ عبداللہ جو کسی وقت میں اس تحریک کے علمبردار سمجھے جاتے تھے وہ کلیۃً دست بردار ہو چکے ہیں۔

۲۔ شیخ صاحب کے علاوہ جو مکتبہ فکر مقبوضہ کشمیر میں کام کر رہا ہے وہ کھلم کھلا پاکستان کی حمایت کر رہا ہے۔ اب تو سرینگر کے گلی کوچوں میں پاکستان زندہ باد، یحییٰ خان زندہ باد کے نعرے لگ رہے ہیں۔ اور مولانا محمد فاروق نے اعلان کر دیا ہے کہ ان کی ایکشن کمیٹی در اصل پرانی مسلم کانفرنس ہی تو ہے۔

۳۔ حدِ متارکہ کے اس طرف رہنے والے وہ لوگ جنہوں نے جنگ آزادی میں براہ راست حصّہ لیا وہ سب کے سب تحریکِ پاکستان کے علمبردار ہیں اور وہ تمام لوگ جنہوں نے ریاست میں جانی و مالی قربانیاں دیں انہوں نے سوائے اسلام اور پاکستان کے کسی دوسری بات کا ذکر تک نہ کیا۔

پھر یہ دیکھئے کہ تحریک کس وقت میں پیش کی جا رہی ہے جبکہ

۱۔ بھارتی مقبوضہ کشمیر میں مجاہدین اسلام مسلسل ۲۰ سال سے اسلام اور پاکستان کے نام پر لگاتار قربانیاں دے رہے ہیں اور اس طرف سے ان کی ہر طرح کی امداد کی جانا چاہیئے تھی چہ جائیکہ ان کی تحریک کی نفی میں نعرے لگائے جائیں۔ یہ کس قدر ستم ظریفی اور ظلم ہے۔

۲۔ اس امر کی اس وقت پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے کہ ریاستی مسلمان اسلام کے مرکز پر اکٹھے ہوں اور ملّتِ اسلامیہ کی تکمیل کے لئے سرتوڑ کوشش کریں

۳۔ دنیا بھر میں کشمیریوں کے مؤقف کو اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حل کرنے پر زور دیا جا رہا ہے جبکہ اس نئی تحریک کا طریقِ کار یہ بتایا جاتا ہے کہ

۱۔ حکومتِ پاکستان آزاد کشمیر کو خود مختار تسلیم کرے۔

۲۔ حکومتِ پاکستان ہی باقی تمام ممالک سے اس کو تسلیم کروانے کی ذمہ داری لے۔

۳۔ پھر حکومتِ پاکستان ہی ریاست کی آزادی کے لئے اس نوزائیدہ حکومت کی پوری امداد کرے۔

۴۔ اور اگر بھارت کی طرف سے اس پر حملہ ہو جائے تو پاکستان اس کے دفاع کا ذمہ دار ہو۔

جبکہ یہ تجویز خود ہی بھارتی حملے کو دعوت دیتی ہے اور ساتھ ہی اس بات کو بھی کہ اگر پاکستان کھلم کھلا مدافعت کرے تو پاکستان پر حملہ کر دیا جائے۔ اس مضحکہ خیز استدلال کے بعد اب دیکھئے کہ اگر حکومتِ پاکستان اس مذاق میں شامل نہ ہو تو یہ تجویز محض تجویز نہیں رہتی بلکہ اس کو تحریک کی صورت دی جائے گی۔ اور اس طرح نہ صرف حکومتِ پاکستان کے خلاف جنگ کا آغاز ہوگا بلکہ خود عوام پاکستان اور آزاد کشمیر کے مابین ایک فرقہ وارانہ فضا پیدا کر دی جائے گی اور اس طرح بقول ان دوستوں کے آزادی کی جنگ تیز کر دی جائے گی اس سے بہتر اور مؤثر طریقہ کیا ہو سکتا ہے جس سے نہ صرف ریاست کی آزادی اور الحاق پاکستان کے تصور ہی کو ختم کیا جائے بلکہ خود پاکستان کو ختم کرنے کا خدانخواستہ اس سے آسان طریقہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس تحریک کے داعی یہ بھی کہتے ہیں اگر حکومت پاکستان نے یہ تجویز نہ مانی تو یہ جنگ جاری رکھی جائے گی۔ بہرحال کہا یہ جاتا ہے کہ اس فریضہ سے ریاست کے مسلمانوں کو ایک قانونی حق حاصل ہوگا کہ وہ بقیہ ریاست کی آزادی کے لئے جد و جہد کر سکیں۔

## بقیہ: پاکستان میں عیسائیت کی رفتار ترقی

کو قابو میں رکھ کر ان پر قدغنیں عائد کی جا رہی ہے اور عیسائی ہونے والوں کو دوبارہ شدھ کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔

پاکستانی عیسائیوں کے اندر جس طرح کے ولولے پرورش پا رہے ہیں۔ ان کی ایک جھلک ذیل کے اقتباس میں دیکھی جا سکتی ہے۔ جو ایک پاکستانی عیسائی مسٹر اینتھونی ڈی سوزا کی شائع شدہ دستخطی تقریر سے لیا گیا ہے۔ ضمناً اس تقریر سے اس حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ اس تقریر کے وقت جو لوگ جمہوریہ اسلامیہ پاکستان میں برسر اقتدار تھے۔ وہ کسی حد تک ہماری محبوب آئیڈیالوجی اور ہمارے اسلامی تصورِ ریاست کی پامالی کو انگیز کر رہے تھے۔ بلکہ اس طرح کی مساعی کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے۔ اور ہر شے کو ملیا میٹ کرنے میں مدد دے رہے تھے جو ایک مسلمان کی زندگی کو قابل زیست بنا سکتی ہے۔ اب اقتباس ملاحظہ ہو

"آج مغربی پاکستان میں عیسائیوں کے پورے پورے گاؤں معرض وجود میں آ چکے ہیں اور ان سے ملک کی زندگی اور ہماہمی میں اضافہ ہو رہا ہے ..... اگر انہیں محو کرنے کی کوشش کی گئی تو بلاشبہ یہ ایک دردناک خسارہ اور بے عقلی کی دلیل ہوگی"

"اس ملک کے باشندوں کو صرف شہنشاہِ پرتگال کی رعایا کی مانند جملہ اور مکمل فوائد ہی حاصل نہیں ہوں گے بلکہ وہ دینِ مسیحی کے روحانی منافع و برکات سے بھی متمتع ہوں گے۔ پاکستان نے عیسائی مشنری سرگرمیوں کا خیر مقدم کیا ہے اور اربابِ اقتدار نے ممنونیت کے ساتھ دستِ اعانت آگے بڑھایا ہے

(باقی آئندہ)

## بناتِ اسلام

# اسلامی جنگوں میں مسلمان خواتین کا کردار

آغا غیاث انجم
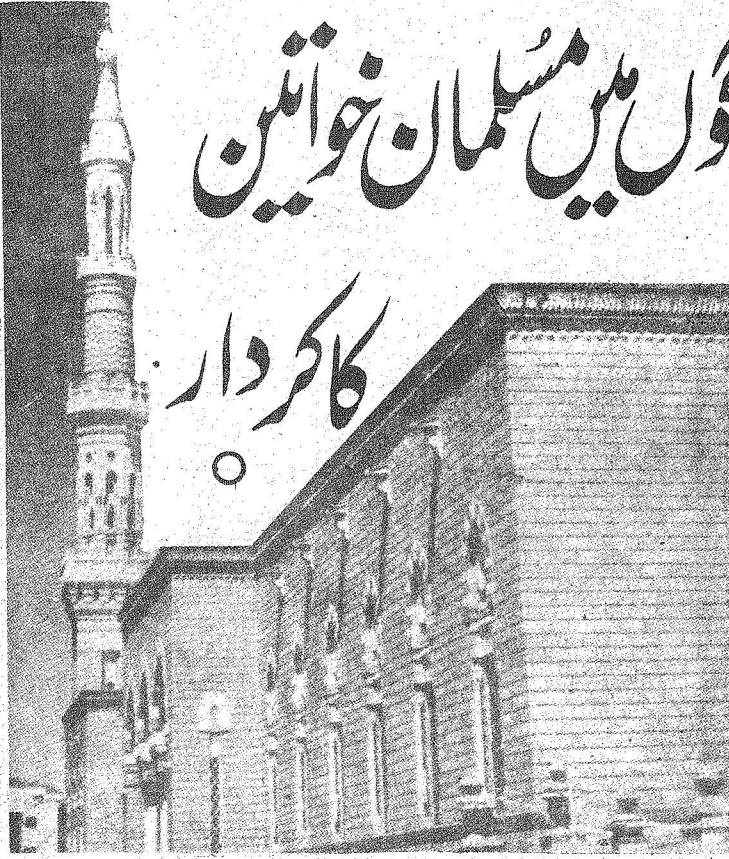
○ تیروں کی بے پناہ بارش، قیامت صغریٰ بپا کر رہی تھی مگر اس کے باوجود مسلمان بہادر پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیتے تھے اگرچہ انہیں کم تعداد کی وجہ سے سخت محنت کا سامنا تھا ○

حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں، شاہ روم نے دنیائے عیسائیت کو منظم اور متحد کرکے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا، تاکہ متحد ہو کر مسلمانوں سے اپنی تمام ہزیمتوں کا انتقام لیا جائے۔ اور مقبوضہ علاقوں کو واپس لیا جائے۔ اس تمام تر عیسائی لشکر کا سالار اعظم باہان کو مقرر کیا گیا جو نہایت ہی زیرک شجاع اور آزمودہ کار تھا۔ یرموک کے میدان میں اس ٹڈی دل نے پڑاؤ کیا۔ جس طرف نگاہ جاتی تھی، اسلحے اور لوہے میں غرق انسانوں کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہوا نظر آتا تھا۔ زرق برق اور اطلس و ریشم کے خیمے، زر و جواہر سے مرصع صلیبیں، نوکدار اور تیز دھار تلواروں کی چمک دمک آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی۔ گھوڑوں کے ہنہنانے اور جانوروں کے بولنے اور خون آشام تلواروں اور خطرناک ہتھیاروں کو مزید تیز کرنے کے شور و غل سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی مگر اس کے باوجود یہ ٹڈی دل نہایت ہی تنظیم اور مشغولیت کے ساتھ لشکر اسلام کے خلاف صف آراء و حملہ آور ہونے کے لیے مختلف منصوبوں پر سوچ بچار کرنے میں مصروف تھا۔ اس اژدہام و اہتمام کو دیکھ کر گمان ہوتا تھا کہ عیسائیوں کی فتح اور مسلمانوں کی شکست یقینی ہے اور کوئی طاقت اس طوفان کو ٹال نہیں سکتی

خود مسلمان اس ساز و سامان اور انتظام و انصرام کو دیکھ کر متفکر ہوئے مگر سینے چونکہ شوق شہادت اور جذبۂ جہاد سے سرشار تھے اس لیے تندہی کے ساتھ جہاد کی تیاری میں سرگرم عمل ہو گئے۔

رجب کے مہینے میں ۱۵ ہجری کو یرموک کے میدان میں دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا عیسائی اپنے ساز و سامان اور لاؤ لشکر سے ایک پہاڑ اور مسلمان اپنی شجاعت و مردانگی اور عزیمت و استقامت کے باعث سیسہ پلائی ہوئی دیوار معلوم ہوتے تھے۔ دونوں کی ٹکر ہوئی۔ جانبین کے کفن بردوش اور شمشیر بدست سورما میدان میں نکل کر تلوار بازی، نیزہ بازی کے جوہر دکھانے لگے جوں جوں وقت گزرتا گیا، ہاتھوں کی چابکدستی اور تلواروں کی کاٹ تیز تر ہوتی چلی جاتی تھی۔ جوان کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ خون بہہ بہہ کر میدانِ جنگ کو لالہ زار بنا رہا تھا۔ تیروں کی بے پناہ بارش، قیامت صغریٰ بپا کر رہی تھی۔ مگر اس کے باوجود دونوں طرف کے جوان پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیتے تھے۔ عیسائی اپنی کثرت تعداد اور وافر سامانِ حرب کی وجہ سے جنگی خلا کو جلد ہی پُر کر لیتے تھے مگر مسلمانوں کو اپنی تھوڑی تعداد اور قلت سامان کے باعث بے پناہ محنت کرنا پڑ رہی تھی۔ جوانانِ اسلام کے بازو تلوار کے جوہر دکھاتے دکھاتے شل ہو چکے تھے، سینوں میں دم رکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ مسلمان اگرچہ بڑی بے جگری سے لڑ رہے تھے۔ مگر عیسائیوں کا سیل بے پناہ مسلمانوں پر مسلسل دباؤ ڈال رہا تھا اس لگاتار دباؤ سے مسلمانوں کے قدم اکھڑنے لگے اور انہوں نے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ جب مسلمان عورتوں نے دیکھا کہ عیسائیوں کے بے پناہ حملوں کی تاب نہ لاتے ہوئے مسلمان پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے ہیں تو انہوں نے تلواریں — لاٹھیاں اور خیموں کی چوبیں ہاتھوں میں لے کر شیرنیوں کی طرح میدانِ جنگ میں کود کر کفار کو للکارنا اور مسلمانوں کو پکارنا شروع کر دیا۔ اگر کوئی کافر عورتوں کے قریب آتا تو وہ اپنے تابڑ توڑ حملوں سے اس کی تکہ بوٹی کر ڈالتیں۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شجاعت و بہادری اس دن قابل دید اور لائق تحسین تھی۔ آپ نے اپنے شوہر نامدار حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوش بدوش ان کے گھوڑے سے اپنے گھوڑے کو ملائے کفار کے جمگھٹوں پر غضب ناک ہو کر جھپٹیں اور ان کے پرخچے اڑا کر، میدان کو کفار کے وجود سے پاک کر ڈالتیں۔ اس وقت حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نسوانی وجود میں بلا کی قوت پیدا ہو چکی تھی ان کے بازوؤں میں ہمت مردانہ اور سینے میں عزم شجاعانہ پیدا ہو چکا تھا۔ آپ نے اپنے حملوں میں لمحہ بھر کے لیے توقف پیدا نہ ہونے دیا بلکہ مسلسل زوردار حملوں سے رومیوں کا ناک میں دم کر دیا۔ ان تمام حملوں کے دوران حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے اور اپنے شوہر کے گھوڑے کے درمیان بال برابر بھی خلا پیدا نہ ہونے دیا۔

صاحب فتوح الشام لکھتے ہیں کہ جو عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جنگوں میں جاتی تھیں وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں، نیز مجاہدوں کو پانی پلانا، ان کے لیے کھانا تیار کرنا اور اُن کے آرام و آسائش کا خیال رکھنا، ان کے فرائض میں شامل تھا لیکن میدانِ کارزار میں اگر ضرورت محسوس ہوتی تو خواتین اسلام بے دھڑک اور بے خطر اس آگ میں کود جاتی تھیں۔ مگر یرموک کے میدان میں مسلمان عورتوں نے جس بے جگری اور دلیری سے رومیوں کے حملوں کو ناکام بنا دیا اس کی نظیر اس سے پہلے نہیں ملتی

## بقیہ: سرزمین حجاز اور ۔ ۔ ۔ ۔

اخبار میں اس فلم کا مندرجہ ذیل اشتہار شائع ہوا :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ اسلام پر تیار کی ہوئی دنیا کی سب سے پہلی رنگین فلم جسے حکومت سعودی عرب کے تعاون سے سرزمین حجاز میں فلمایا گیا۔

## اللہ اکبر

مکہ معظمہ کے وہ تمام تاریخی مقامات جن سے تاریخ محمدی کا آغاز ہوتا ہے ۔ حجر اسود خانۂ کعبہ ، مقام ابراہیم ، زم زم ، صفا اور مروہ ، منحر ابراہیم علیہ السلام ، مولد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ، دولت کدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ، مولد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، مولد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، غار حرا ، دار ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، غار مرسلات غار ثور ، جبل الرحمت کے علاوہ مسجد رائیہ مسجد الجن ، مسجد الشجرہ ، مسجد غنم ، مسجد بوقبیس مسجد طوی ، مسجد عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، مسجد العقبہ ، مسجد الحجر ، مسجد الحنیف مسجد البیعت ، جنت المعلیٰ وغیرہ وغیرہ ، مدینہ منورہ کے وہ مقدس مقامات جہاں اسلام پروان چڑھا ۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ روضہ مبارک سرور کونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ، منبر و محراب اسطوانہ حنانہ اسطوانہ جبرائیل علیہ السلام ، اسطوانہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ، اسطوانہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، حجرۂ مبارک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، مسجد قبا ، مسجد قبلتین ، مسجد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، مسجد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، مسجد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت البقیع وغیرہ کے علاوہ وہ تمام میدان جہاں جنگِ احد ، جنگِ بدر ، جنگِ خندق جنگِ خیبر جیسے مشہور غزوات ہوئے ہیں اس رنگین فلم میں فتح مکہ کے علاوہ طائف کا وہ مقام بھی دیکھیں گے جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا اور دشمنانِ اسلام کے پتھراؤ سے بے ہوش ہو گئے تھے اس کے ساتھ ساتھ حج کے تمام مناسک تفصیل اور تسلسل کے ساتھ دکھائے گئے ہیں۔

اسلام نے غیرت و حیاء عصمت و پاکدامنی اور پردہ پر جتنا زور دیا ہے ، وہ کسی سے مخفی نہیں حیاء کو ایمان کا اہم شعبہ قرار دیا ، بے غیرت اور دیوث افراد کو ملعون کہا گیا ۔ حیا باختہ لوگوں کو اسلامی معاشرہ سے خارج کیا گیا ۔ صنف نازک کی بڑی خوبی اس کی طہارت و نزاہت ، پاکدامنی و پردہ داری بتائی گئی ۔



## وفات حسرت آیات

برادرم صوفی محمد اسمٰعیل صاحب نیوز ایجنٹ (خدام الدین لاہور) کہروڑ پکا کافی عرصہ سے علیل تھے مورخہ ۲۶ فروری بروز جمعرات اس فانی جہان سے کوچ کر گئے ہیں ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ آپ کے جنازہ میں مقامی جمعیۃ علماء اسلام کے اراکین ، معزز شہریوں اور عربی سکولوں کے طلباء نے شرکت کی ۔

## دعوتِ حق

عوام کی اصلاح کے لئے تبلیغی پوسٹر سات پیسے کے ٹکٹ بھیج کر حسب ذیل پتہ سے مفت طلب فرمائیں ۔

محمد امین ۳۶ دہلی کالونی کراچی ۶



## قصور میں مجلس ذکر و جلسہ

۱۳ مارچ ۷۰ء ۶ محرم ۱۳۹۰ھ بروز جمعۃ المبارک جامع مسجد مولانا عبد الغفور صاحب دروازہ مہتانوالہ بعد نماز مغرب مجلس ذکر ، بعد نماز عشاء جلسہ ہو گا جس میں مولانا جمیل احمد میواتی ، مولانا عبد الغفور ، حافظ نور دین ، مولانا سید محمد طیب شاہ ہمدانی ، مولانا محمد طیب صاحب لاہور ، مولانا قاری محمد شریف قصوری و دیگر علماء کرام تشریف لائیں گے

## تبدیلی پروگرام

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ ۱۵ مارچ کو پہلے سودرہ میں اور بعد میں وزیر آباد تشریف لیجائیں گے

(حاجی بشیر احمد)

از عبید اللہ انور

پیارے بچو! آج ہم تمہیں نماز کے بارے میں کچھ بتانا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد سب سے بڑا فرض اسلام میں نماز ہے نماز اللہ تعالیٰ کی خاص عبادت ہے۔ جو دن میں پانچ دفعہ پڑھی جاتی ہے۔ قرآن حکیم کی بیسیوں آیتوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سینکڑوں حدیثوں میں نماز پڑھنے کی بڑی تاکید آئی ہے اور اسے دین کا ستون اور دین کی جڑ بنیاد بتایا گیا ہے۔ اور قیامت کے روز سب سے پہلے اسی کے متعلق سوال ہو گا۔ چنانچہ یہ عبادت کسی حال میں ساقط نہیں ہوتی اگر کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھی جاسکے تو بیٹھ کر پڑھنے کا حکم ہے اور اگر بیٹھ کر پڑھنے کی طاقت نہیں تو پھر لیٹ کر پڑھنے کا حکم آیا ہے۔ اگر منہ سے الفاظ ادا نہ ہو سکیں تو اشاروں سے ادا کرنا ضروری ہے

نماز دین اسلام کا شعار اور ایک امتیازی نشان ہے۔ جس نے نماز ترک کر دی گویا اس نے دین ترک کر دیا۔ نماز کا مقصد بندے کا دل، زبان اور ہاتھ پاؤں سے اپنے خالق اور معبود کے سامنے بندگی کا اظہار اور اپنے قوار بہیمیہ کے مقابلہ میں قواء ملکیہ کو ترقی دینے کا نام ہے۔ مخلوق پر خالق کے جو اَن گنت احسانات ہیں نماز اس کے شکریہ ادا کرنے کا ایک قانونی طریقہ ہے۔ اس میں اپنے مالک کی حمد و ثنا اس کی یکتائی اور بڑائی کا اقرار اور اپنی بے چارگی اور نیاز مندی کا اعتراف ہوتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں خالق و مخلوق کے درمیان پردے اٹھ جاتے ہیں اور روح کو روح کُلی سے معیت و اتصال نصیب ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اسے مومن کی معراج فرمایا گیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ دنیا کا کوئی آسمانی مذہب ایسا نہیں ہے جس میں یادِ خدا کا حکم اور اس کے کچھ مراسم بیان نہ ہوئے ہوں بلکہ قرآن حکیم کی تعلیم کے مطابق تو دنیا میں کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا جس نے اپنی امت کو نماز کی تلقین نہ کی ہو۔ خصوصاً حنیفی ادیان یہودیت، عیسائیت اور اسلام میں سخت تاکیدی احکام موجود ہیں۔ یہاں ہمیں دیگر مذاہب سے بحث نہیں۔ صرف اسلام سے غرض ہے اور اسلام میں نماز کی اہمیت کا اندازہ آپ اس بات سے لگائیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شب و روز کے بہترین اوقات نماز میں بسر ہوتے تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ (نماز میں میری آنکھ کی ٹھنڈک کا سامان ہے۔) شیخ عبدالحق رح محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ نماز تمام عبادتوں میں افضل واشرف اور اتم و اکمل عبادت ہے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمانا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ تو آپ کو جو خوش دلی اور فرحت و مسرت نماز میں ہوتی تھی اور آپ اس میں جو ذوق و شہود پاتے تھے۔ وہ آپ کو کسی اور عبادت میں حاصل نہ ہوتا تھا۔ آنکھ کی ٹھنڈک حصول مقصد میں فرح و سرور سے کنایہ ہے اور قرۃ قرار و ثبات کے معنے میں ہے۔ کیونکہ آنکھیں نظارۂ محبوب سے قرار پاتی اور آرام حاصل کرتی ہیں۔ اور محبوب کے سوا کسی دوسری طرف التفات نہیں کرتیں اور قاعدہ کی بات ہے کہ خوشی اور سرور کی حالت میں آنکھوں میں سکون و قرار رہتا ہے اور وہ غیر محبوب کی طرف دیکھنے میں پریشان اور ہر جانب نگراں رہتی ہیں" یہ تو ہوئی ذوق و شوق کی بات اب آئینی اور قانونی حیثیت کی ایک مثال دیکھ لیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد حکومت میں تمام حکام کو تحریری حکمنامہ روانہ فرمایا کہ میرے نزدیک تمہارے کاموں میں سب سے زیادہ ضروری نماز ہے۔ جو شخص اس کی پابندی کرے گا وہ دین کا پابند ہوگا اور جو شخص اسکو ضائع کریگا۔ وہ دوسرے امور کو زیادہ ضائع کرنے والا سمجھا جائیگا۔ مشکوۃ

آج اسلام کو سربلند اور مسلمانوں کو متحد دیکھنے کے خواہشمند حضرات کو چاہئے کہ وہ نماز باجماعت کی تحریک کو عملی حیثیت سے کامیاب بنائیں۔ بالخصوص بچوں کو نمازی بنائیں تاکہ آئندہ اچھے اثرات ظاہر ہوں اور حکم بھی یہی ہے کہ سات برس کے بچے کو سمجھا بجھا کر مسجد لائیں اور دس برس کا ہو تو زور زبردستی سے مسجد میں لائیں اور ٹھیک وقت پر سب جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں

## دین کا ستون ہے نماز

کہتا ہے تم سے کردگار
دل میں ذرا کرو وچار
قرآن میں ہے یہ بار بار
جانے ہر ایک دین دار
دین کا ستون ہے نماز

یہ ہے نجات قبر کی
تلقین ہے اس صبر کی
ہے ڈھال تیغ و تبر کی
دشمن ہے ظلم و جبر کی
دین کا ستون ہے نماز

اعمالِ بد سے روکتی
ہر جرم پر ہے ٹوکتی
نیکی کی راہ کھولتی
سینوں میں چاہ گھولتی
دین کا ستون ہے نماز

اس کی قدر خدا سے پوچھ
یا قلبِ مصطفٰے سے پوچھ
اقطاب و اولیاء سے پوچھ
شاہِ کربلا سے پوچھ
دین کا ستون ہے نماز

ہوویگا جب روزِ جزا
ہر ایک سے پوچھا جائیگا
دنیا میں کرتا کیا رہا؟
قائم نماز کو کیا؟
دین کا ستون ہے نماز

تم کر لو بس عزمِ صمیم
گر ہو غازی تم ندیم
ہو گے تم ہی جنت مقیم
کہتا ہے تم کو پھر شمیم
دین کا ستون ہے نماز

از
شمیم ترمذی
بی۔ اے۔ بی ای ڈی
اوکاڑہ

ٹیلیفون نمبر ۶۷۵۴۵

# The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۸۱ ۲ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD۹-۲-۷۶۹/۳۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G/M۲/۴۶-۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء


## بدل اشتراک ہفت روزہ خدام الدین لاہور

| | | |
|---|---|---|
| پاکستان اور انڈیا میں سالانہ چندہ | .. | ۱۱ |
| " " شش ماہی | .. | ۶ |
| " " " | .. | ۳ |
| سعودی عرب بذریعہ ہوائی جہاز سالانہ چندہ | .. | ۴۲ |
| " " بحری جہاز | | ۱۵ |
| " ہوائی ڈاک شش ماہی | .. | ۲۱ |
| " بحری | .. | ۱۱ |
| انگلینڈ بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ | ۴۰ | ۷۳ |
| " بحری | ۸۰ | ۲.۲ |

انڈیا کے خریدار اپنا چندہ منیجر ماہنامہ "الفرقان" کچہری روڈ لکھنؤ ارسال کر کے ڈاک خانہ کی رسید ہمیں ارسال کر دیں۔
(سرکولیشن منیجر)





فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔